میاں حضور اللہ آبادی کے افکار و نظریات کا فقیہانہ جائزہ

سعادت یا شقاوت؟

مؤلف

خلیفۂ حضور تاج الشریعہ

مفتی مقصود عالم فرحت ضیائی

مرتب: طارق رضا نجمی

سعودیہ عربیہ

ناشر

جماعت رضائے مصطفیٰ برانچ ہاسپیٹ کرناٹک

میاں حضور الہ بادی کے افکار ونظریات کا فقیہانہ جائزہ

سعادت یا شقاوت

مولف:
مفتی مقصود عالم فرحت ضیائی

مرتب:
طارق رضا نجمی

ناشر
جماعت رضائے مصطفیٰ، ہاسپیٹ کرناٹک

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ

نام کتاب.......سعادت یا شقاوت؟
سائل۔۔۔۔۔۔۔ڈاکٹر غلام مصطفی نجم القادری
مفتی و مجیب۔۔۔۔۔مفتی مقصود عالم فرحت ضیائی
مرتب۔۔۔۔۔۔۔ طارق رضا نجمی
موضوع۔۔۔۔۔۔شیخ ابوسعید احسان اللہ صفوی عرف ابومیاں الہ آباد
ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔جماعت رضائے مصطفی ہاسپٹ کرناٹک
سن طباعت۔۔۔۔رجب المرجب ۴۲ھ۔۔۔۔فروری ۲۱ء
صفحات۔۔۔۔۔
کمپوزنگ۔۔۔۔۔۔ثاقب رضا نجمی
تعداد۔۔۔۔۔۔۔۱۱۰۰
قیمت۔۔۔۔۔۔
ملنے کے پتے۔۔۔۔دار العلوم غریب نواز باسکی بہاری۔مدھوبنی
جماعت رضائے مصطفی۔ہاسپیٹ کرناٹک
دار العلوم اہل سنت مقبول احمدی، ہانگل شریف کرناٹک
جامعہ مقبولیہ گلشن فاطمہ للبنات، ہانگل شریف کرناٹک

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے

سب سے چہیتے شاگرد وخلیفہ

حضور ملک العلماء

حضرت مولانا سیّد ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ

کے نام منسوب کرتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں۔

طالب دعا

طارق رضا نجمی

سید سراواں کی کہانی
مشاہدات و تحریرات کی زبانی

☆ اس رسالہ (ماہنامہ خضر راہ الہ باد اور سالنامہ الاحسان) کی ایک نمایاں خوبی تو یہ ہے کہ یہ خالص خانقاہی مزاج، یعنی وسیع المشربی اور کشادہ دلی کی زندہ تصویر ہے۔ اس رسالہ میں نہ کسی خاص مکتبہ فکر کی ترجمانی ہے اور نہ کسی خاص گروہ کی اجارہ داری، بلکہ اس کے لکھنے والوں میں اتنا تنوع ہے کہ کسی خاص رسالے کے لکھنے والوں میں اتنا تنوع اور اتنی فکری جہت نہیں ملے گی۔ اس میں مختلف مسالک اور مختلف رجحانات کے نمائندہ اہل علم و دانش کی متوازن اور اچھی تحریریں ایک جگہ مل جاتی ہیں۔ (ماہنامہ جام نور، دہلی، جون 13)

☆ اس وقت کسی فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور نہ ہی ہم تاویل کرنے والوں کی تکفیر کریں گے۔ (ماہنامہ خضر راہ الہ باد، مئی 13)

☆ شیخ محمود ذکی ابراہیم (مصر) نے ایک کتاب عربی میں لکھی، اس کتاب کے عربی نام کا اردو ترجمہ ہے ''مسلمانوں کو کافر و فاسق قرار دینے والے فرقوں کے رد میں چالیس احادیث''۔ اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے اصغر علی مصباحی استاذ جامعہ عارفیہ الہ باد لکھتے ہیں:

> ''اس کتاب میں پیش کردہ احادیث سے ثابت ہوا کہ اہل قبلہ کی تکفیر یا انہیں مشرک قرار دینا درست نہیں ہے۔''
>
> پھر ڈیڑھ سطر بعد لکھتے ہیں:
>
> ''مسلکی منافرت اور ایک دوسرے کی تکفیر کی پاداش میں اپنی شان

وشوکت اور سطوت وقوت کھو چکی امت مسلمہ کے لیے یہ کتاب ایک عظیم نعمت ہے۔'' (ماہنامہ خضر راہ، دسمبر 14)

☆ جو ہماری طرح قبلہ رخ ہو کر نماز ادا کرے، اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے، اور اللہ ورسول کے امان وذمہ میں ہے۔ (ایضا شمارہ جنوری 15)

☆ حضرت کی شخصیت ایک جہت سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی سی ہے، تو دوسری طرف جب فقہ وافتا کی بات آتی ہے تو کبھی کبھی نگاہ کوتاہ بیں کو تقلید کی زنجیریں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ (نغمات الاسرار ص 6)

اور صفحہ 11 پر ہے: ''وہ حنفی ہیں مگر ان کی تقلید میں جمود نہیں''۔

☆ جس طرح ایک عامی اور متوسط پر اپنے بڑے کا اتباع لازم ہے، اسی طرح علمائے فحول اور فقیہان وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ خامہ تحقیق کو جیب سے باہر لائیں اور نئے دور میں نفاذ شریعت کے لیے قلم اٹھائیں، نہ کہ کورانہ تقلیدی روایت کو آگے بڑھانے، ممدوحین وقت کو خوش کرنے اور نفع عاجل سمیٹنے کے لیے۔

(رموز نغمات، ذیشان مصباحی، شرح نمبر 12 نغمات الاسرار ص 114)

☆ علما پر اعتراض اور ان پر تشنیع کی ایک اور صریح مثال اس اقتباس میں دیکھیے:

''اپنی رائے اور خیال کو وحی ربانی سمجھنا سخت گمرہی ہے، عصر حاضر میں اختلافی مسائل میں اصرار کا جو رویہ پیدا ہوا ہے اسی وجہ سے بعض افراد اپنی اجتہادی رائے کو حرف قطعی، اور سب کے لیے واجب التسلیم گمان کر بیٹھے، یہ بہت بڑی نادانی، سخت گمرہی اور باعث افتراق امت ہے۔'' (نغمات الاسرار، ص 112)

☆ عصر حاضر کے مسلمانوں میں ایک برا تخیل یہ پیدا ہو گیا ہے کہ مسلمانوں میں سنیت کی تلاش کی جاتی ہے۔ جب کہ ہونا یہ چاہیے کہ جو شخص بھی اہل قبلہ ہو، اپنے آپ کو

مسلمان کہتا ہو، جب تک اس میں گمرہی کی علامات نہ پائی جائیں اسے سنی ہی سمجھا جائے۔ اس لیے کہ اصل سنیت ہے۔ اس لیے کہ اس کے ثبوت کے لیے دلیل کی حاجت نہیں ہے۔ (نغمات الاسرار ص112)

☆ کچھ عجوبہ روزگار اشعار نغمات الاسرار سے

حامد ومحمود و احمد کون ہے
ماسوائے حق محمد کون ہے

کس کو بھیجا اس نے یہ سوچو ذرا
ماسوائے ذات جب کوئی نہ تھا

ذات واجب آپ ہے جلوہ نما
نور کے پردے میں نے چوں وچرا

شکل احمد میں ہے مشکل احد
ہر تجلی میں ہے متجلی صمد

مشرک است آنکہ نخواند ایں سبق
در وجود احمدی موجود حق

(ص53،54)

یہ اشعار مجھے جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے ایک متعلم نے سنایا جو میاں حضور کی بارگاہ میں رہ کے آیا تھا:

سعید اللہ کسے کہوں میں
میرے پردے میں ہے تو یا الہی

عشق کی ابتدا بھی تو عشق کی انتہا بھی تو
رہنے دے راز کھل گیا بندہ بھی تو خدا بھی تو

تجھ کو خدا کہوں کہ خدا کو خدا کہوں
دونوں ہیں ایک جیسے میں کس کو خدا کہوں

☆ میاں حضور کے فیض یافتہ بعض مریدوں نے ہمیں بتایا کہ ہمارے پیر صاحب سب سے مل جل کر رہنے، کسی کو برا نہ کہنے یہاں تک کہ رافضی کو بھی کچھ نہ بولنے بلکہ سب کو ساتھ لے کر چلنے پر زور دیتے ہیں۔ حج کے لیے جانے والوں کو وہابی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی ہدایت کرتے ہیں۔

☆ میاں حضور کے دو معتمد مولانا صاحب نے ایک جگہ اپنی تقریر میں جب یہ کہا کہ آج کا دور اختلاف کا دور نہیں ہے۔ سب سے مل جل کر رہنے کا دور ہے وغیرہ وغیرہ۔ ملاقات پر جب میں نے ان سے کہا کہ آپ کی تقریر کا بعض حصہ مسلک اعلی حضرت کے خلاف ہے، تو ان کا جواب تھا کہ اعلی حضرت نے اپنے بڑوں سے اختلاف کیا ہے تو ہم بھی ان سے اختلاف کر سکتے ہیں۔

☆ دو سال قبل گوا کے دورے پر وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ یہاں ایک محلے میں میاں حضور آئے ہوئے تھے، ان کے واپس جانے کے بعد وہاں کے کچھ لوگوں میں صلح کلیت آ گئ ہے۔ میں نے کہا کیا ہوا؟ تو ان کا جواب تھا اس محلے کے لوگ اب سب سے مل جل کر رہنے، وہابی دیوبندی کو بھی ساتھ لے کر چلنے، کسی کو برا نہ کہنے، اختلاف سے دور رہنے کی بات کرنے لگے، اب تو وہ اقامت میں بھی پہلے سے کھڑے رہتے ہیں۔

☆ پندرہ فروری 15ء کو بھیونڈی ممبئ جانا ہوا، وہاں مسجد طیبہ کے صدر اور دیگر ذمہ داروں نے بتایا کہ میاں حضور یہاں آئے ہوئے تھے ہم لوگ بھی شہرت سن کر گئے۔ ہم

لوگوں کو اس وقت بڑی حیرت ہوئی جب کے قریب کٹر قسم کے لوگوں یہاں تک کہ وہابیوں دیوبندیوں بھی موجود پایا۔ موقع ملنے پر جب ہم لوگوں نے میاں حضور سے اس بابت پوچھا کہ قرآن وحدیث اور ائمہ وفقہا کے اقوال میں تو ان سے دور رہنے اور ان کو دور رکھنے کی تاکید آتی ہے، اب تک یہی ہمارے علما ہم کو بتاتے آئے ہیں اور یہی حضور اعلی حضرت کا بھی پیغام ہے تو ان کا جواب تھا: ''ہاں مگر میرا طریقہ اصلاح وتبلیغ الگ ہے۔''

☆ جب سب ائمہ کو حق پر جانتے ہو تو سب کی تقلید کیوں نہیں کرتے۔ اگر سب کی تقلید نہیں کرتے تو یہ نفاق خفی ہے۔ (ماہنامہ جام نور دہلی اپریل 13ء)

☆ ہندستان میں اہل سنت کا ایک طبقہ بہت متشدد ہے، شیخ ابوسعید اعتدال و وسطیت کے نمائندہ ہیں۔ (ماہنامہ سنی دعوت اسلامی اپریل 13ء)

یہ سب میاں حضور ابومیاں الہ بادی کے افکار ونظریات اور معمولات ہیں، ان تخیلات نے اہل سنت کی آہنی دیوار میں شگاف ڈالنے اور نقب لگانے کا کام کیا ہے جس سے کافی انتشار ہے۔ اللہ تعالی سلامت رکھے حضرت مفتی مقصود عالم فرحت ضیائی صاحب کو کہ آپ نے اہل سنت وجماعت کے تحفظ کی خاطر ان سوالات کے شافی جواب تحریر فرما کر حق کو حق اور باطل کو باطل، دلائل وحقائق کی روشنی میں واضح فرما دیا ہے۔ خدائے قدیر ان کی حق بیانی پر دارین کی برکتوں سے مالامال فرمائے۔ ان جیتے جاگتے شواہد کے آجانے کے بعد اللہ قبول حق کے لیے سب کے دل کے دروازے کھول دے، لوگ گمراہیت، صلح کلیت کے ظلمت کدے سے نکلیں اور حق وصداقت کے اجالے میں آجائیں کہ آخرت کی نجات کا سارا دارومدار قبول حق میں ہے۔

فتویٰ اور صاحبِ فتویٰ

اسلام وہ مذہب مہذب ہے جو اپنی صداقت وحقّانیت کی بنیاد پر زندہ ہے۔ جس میں کسی بھی مسئلے کے تزکیہ اور تصفیہ کے لیے پہلے قرآن، پھر حدیث، پھر اجماع اور پھر قیاس کی جلوہ سامانیوں سے امر مابہ النزاع کو مرصع کیا جاتا ہے اور اس کے لیے باضابطہ طور پر دارالافتاء کا اہتمام و انتظام ہوتا ہے۔ یہ دارالافتاء شرعی عدالت عالیہ ہوتے ہیں۔ اس شرعی عدالت میں متمکن ہونے کے لیے صاحبِ علم و دِرک، صاحبِ فہم و شعور، صاحبِ معاملہ فہم، صاحبِ باریک بین ہونے کے ساتھ صاحبِ ورع وتقویٰ، صاحبِ انصاف و اعتدال اور حق پسند وحق پرست وحق گو وحق نگر اور حق جو کے ساتھ سنجیدہ خو ہونا شرطِ اوّلین ہے، تاکہ دارالافتاء سے جو فتویٰ صادر ہو، اسے شرح صدر کے ساتھ لوگ قبول کرسکیں۔ اسی وجہ سے آج کے گئے گذرے دور میں بھی آخری مرحلے پر لوگ دارالافتاء کا رُخ کرتے اور فیصلہ پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے عمل کرتے اور کراتے ہیں۔

بات اُس وقت بگڑتی اور اُلجھتی ہے، جب کوئی نئی فکر، نیا خیال اپنا جال ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ پرانی روش سے ہٹتا ہوا قدم دیکھ کر ماحول میں اضطراب آتا ہے۔ اور پھر مسلمانوں میں نیا انتشار پنپنے لگتا ہے۔ ایسا ہی کچھ ہوا ہے سیّد سراواں کے افکار و نظریات سے، جب وہاں کے فکر ساز شیخ ابوسعید احسان اللہ صفوی، جن کو ان کے معتقدین عقیدت میں ''میاں حضور'' کہتے اور داعیِ اسلام کا ڈھنڈورہ پیٹتے ہیں، ایسے ایسے نئے نئے لبادے اور نئے نئے چولے اور زرق برق لباسِ خضر میں یہ جدید

نظریات سامنے آئے ہیں کہ بادی النظر میں ان کے مافی الضمیر کو سمجھنے اور پرکھنے میں اچھے اچھوں کو دھوکہ ہو جاتا ہے۔ لوگ دامِ تزویر کا شکار ہو جاتے ہیں۔ افہام و تفہیم پر پلٹ آئے تو ٹھیک ورنہ لوگ اپنا دین و ایمان تک گنوا بیٹھتے ہیں۔ بالکل یہی حال ہوا ہے سراوائی نظریات کے معاملے میں۔ چوں کہ یہ تصوف کے لبادے میں آگے بڑھا اور لوگوں تک پہنچا ہے، اس لیے اس کی تہہ تک پہنچنے میں صاحبانِ علم و فضل کو بھی بہت دیر لگی ہے۔ خود میرے سامنے جب اس کے فضائل و خصائل بیان کیے گئے اور ان کے کارناموں کو گنایا گیا تو میں تھوڑی دیر کے لیے گم ہو گیا۔ مگر یہ کرم ہے میرے سرکار حضور مفتی اعظم عالم اسلام کا کہ میں نے فوراً یہ مطالبہ کر دیا کہ مجھے ان کے تعلق سے ٹھوس ثبوت چاہیے۔ تو مجھے مطمئن کرنے کے لیے وہاں سے نکلنے والا ماہ نامہ ''خضر راہ'' اور سال نامہ ''الاحسان'' کافی مقدار میں دیا گیا۔ میں حیرت و استعجاب میں ڈوب گیا۔ جب اس رسالہ اور سالنامہ کو میں نے ''صلح کلیت کا داعی'' اور شہنشاہ اکبر، ندوۃ العلماء کے افکار و نظریات کا حامل پایا، پھر کیا تھا میں نے ان تمام قابلِ اعتراض، خلافِ شرع و سنّت اقوال کو نشان زد کیا۔ اور عن قریب اپنی شائع ہونے والی کتاب میں ان اقتباسات کو شامل کر دیا۔

یہ بالکل پہلا اتفاق تھا کہ سیّد سراواں کی قابلِ گرفت اور نا قابلِ قبول عبارات و تحریرات چھپ کر فضائے اہلِ سنّت میں آئیں۔ کتاب دیکھ کر اپنوں نے برملا اظہارِ مسرّت کیا اور ان لوگوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ یہاں تک کہ کتاب کے مندرجات پر مجھ کو مناظرے کا چیلنج کیا گیا۔ میں نے قبول کیا، مناظرہ ہوا اور خوب ہوا۔ میرے مناظر مفتی اختر حسین علیمی صاحب نے وہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کیا کہ ان لوگوں کے ہوش ٹھکانے لگ گئے۔ وہ جو مثل مشہور ہے، خدا جب دین لیتا ہے تو عقلیں چھین لیتا ہے، کہ مصداق ان ہی لوگوں نے مناظرے کی ویڈیوگرافی دھڑلے سے سوشل میڈیا پر

خوب پھیلایا۔ وہ نہیں سمجھ رہے تھے کہ مناظرے کی روداد عام کر کے ہم اپنے پاؤں پر کلہاڑا مار رہے ہیں۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ سارے سنیوں کو یہ ہوا کہ آناً فاناً لوگ سراوائی غلط افکار سے واقف و آگاہ ہو گئے اور حق سر چڑھ کر بولنے اور برسنے لگا۔ ہمارے علما، مثلاً مفتی محمد راحت خان قادری، مفتی محمد مقصود عالم ضیائی، مفتی ذوالفقار خان نعیمی وغیرہ کھل کر سامنے آ گئے اور ان کے جدید خیالات کی بخیہ اُدھیڑ دی۔

اس باب میں میرے فرزند عزیزم طارق رضا نجمی نے اہم رول ادا کیا۔ ان کی کتابیں، ان کے حوالے، ان کے رموز و اسرار ہر طرف شیئر کر دیئے۔ اس طرح برسوں سے چھپا ہوا وہ غلط افکار کا ملغوبہ سب کے سامنے آشکارا ہو گیا۔ ان لوگوں میں سرگوشیاں ہونے لگیں کہ ان لوگوں نے مل کر ہم لوگوں کو بے حجاب و بے نقاب کر دیا۔ اس حوالے سے ایک تفصیلی مضمون ہم نے حضور سراج ملت نمبر کے لیے لکھا ہے، جو شائع ہو چکا ہے۔ تفصیلی معلومات کے لیے اس نمبر کی طرف رجوع کریں۔ چونکہ ان کی نقاب کشائی اور رونمائی میں نے کی تھی، اس لیے کھل کر وہ لوگ میری مخالفت کرنے لگے۔ ہم نے سولہ ۱۶/ اقتباسات پر مشتمل استفتاء تیار کیا اور اپنے تمام مشہور و معتبر دارالافتاؤں کو بھیج دیا۔ اس میں ایک مفتی کا جواب ایسا ناصحانہ آیا، جس کو پڑھ کر حیرت کو بھی حیرت اور صداقت کو بھی ندامت ہو جائے۔ وہ فتویٰ ہے جامع اشرف کچھوچھہ مقدسہ کا۔

اس عظیم اِدارہ کے عظیم دارالافتاء کے علامہ مفتی محمد شہاب الدین اشرفی کا فتویٰ پیش ہے، اس فتویٰ سے چند اقتباسات۔ اُمید ہے آپ کے بھی دو چار طبق روشن ہو ہی جائیں گے۔ اس فتویٰ کے مختلف صفحہ پر یوں اشک شوئی کرتے ہیں۔

۱۔۔۔۔ ’’ماضی قریب کے علما میں نہ خانقاہی مزاج ہے، نہ کشادہ دلی، اور وسیع المشربی۔ ان لوگوں نے بریلویت کے نام پر اس قدر تعصب، تنگ نظری، کم ہمتی اور بے مروتی کا مظاہرہ اپنی کتابوں، تحریروں اور تقریروں میں کیا ہے کہ اس کا خمیازہ پوری

سنیت کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ ان لوگوں نے عالمگیر مذہب دین اسلام کو ''بریلویت'' کے کٹگھرے میں محبوس کر رکھا ہے۔۔۔۔۔۔ان لوگوں نے دین اسلام کو امام احمد رضا کی تعبیرات وتشریحات میں مقید کر رکھا ہے۔ جو بھی امام احمد رضا کی تعبیرات وتشریحات سے ذرہ برابر عدول کرتا ہے، وہ ان کے نزدیک سنّی یا مسلمان نہیں رہتا ہے۔''

۲۔۔۔۔''ان ائمہ کرام ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن ہادی کے حسنات ان کی برائیوں سے کئی گونہ زیادہ ہیں۔ اس لیے کہ یہ لوگ اسلام کے ائمہ اور علمائے اعلام کے اکابر میں سے ہیں۔''

۳۔۔۔۔ ''اکابر دیوبند کو ان کی بدعاتِ قبیحہ اور عباراتِ شنیعہ کے باوجود کافر نہیں کیا جائے گا۔''

۴۔۔۔۔ ''اشرف علی تھانوی جو ایک جید عالم، اور ان کی بعض تصنیفات، اعلی حضرت فاضل بریلوی کی تصنیفات سے زیادہ اُمتِ محمدیہ کے لیے مفید ہیں۔''

۵۔۔۔۔۔''جو بریلی سنّیت کا مرکز تھا، آج وہاں فتنہ برپا ہو رہا ہے۔ جس فتنے کی آگ میں پوری سنّیت جل رہی ہے۔''

یہ تو مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر میں نے چند نمونہ پیش کیا ہے۔ حال یہ ہے اس کے ہفوات وخرافات سے پورا فتویٰ مالا مال ہے۔ مفتی مقصود عالم کو میں اصل کاپی جو دستخط ومہر سے مزین ہے، پیش کروں گا، اس یقین کے ساتھ کہ آپ ہی اس کی اچھی خبر لیں گے اور منصفانہ جائزہ لے کر افکارِ اہلِ سنّت کا بھرم رکھیں گے۔

میرے رجسٹری استفتاء جس میں ہم نے جواب کے لیے رجسٹری ٹکٹ ڈال کر بھیجا تھا، مصلحت پسند مفتیوں نے جو سکوت کیا، یہ ایک درد بھری داستان ہے۔

بھلا ہو حضرت علامہ مفتی مقصود عالم فرحت ضیائی کا، اللہ تعالیٰ انھیں سلامت بہ کرامت رکھے کہ انھوں نے اسے غور سے پڑھا اور بڑی عرق ریزی سے جواب دیا۔

جو آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اور ان سے یہی اُمید بھی تھی کہ آپ محبت رضویت میں دھڑکتا ہوا دل رکھتے ہیں۔ ان کے دل کی دہلیز پر کان لگا کر سنیے، دھڑکنوں کے ساتھ جو نغمہ اُبل اُبل کر باہر آرہا ہے، وہ ہے بریلی، بریلی، اعلیٰ حضرت، اعلیٰ حضرت اور تاج الشریعہ، تاج الشریعہ۔

موصوف کی تحریر میں سنیت کا سوز اور اظہارِ حق وصداقت کا گداز ہے۔ تحقیق کی بوقلمونی اور مسئلہ کی تہہ تک پہنچ جانے کی تڑپتی ہوئی جدوجہد ہے۔ مطالعے کے دوران آپ بھی محسوس کریں گے کہ کوئی گوشہ انھوں نے تشنۂ تحقیق نہیں چھوڑا ہے۔ مسئلہ درآمدہ کی تلاش، جزئیات میں دلائل کی قطار کھڑی کر دی ہے۔ قاری ہر اعتبار سے سیراب ہو، اس کے لیے شواہد کی نہریں جاری کر دی ہیں۔ ایسی ایسی مثالیں اور ایسے نظائر کہ بعض جگہ بے ساختہ دل سے سبحان اللہ، ماشا اللہ نکلتا ہے۔ مسائل کی تفصیلات میں بعض ایسی چیزیں بھی نوکِ قلم سے لولوومرجان بن کر سامنے آئی ہیں کہ قارئین دورانِ مطالعہ مچل مچل اٹھیں گے۔ سراوائی نظریات کے تابوت میں اس طرح آپ نے کیل پر کیل ٹھونک دی ہے کہ دل پر اگر مہر نہ لگی ہو تو قاری فوراً توبہ کر کے مسلکِ اعلیٰ حضرت کے کشادہ آنگن میں پناہ لینے ہی میں مسرت محسوس کرے گا۔

یہ فیضانِ بریلی ہے جو اپنے اسیروں پر برستا ہے، تو ٹوٹ کر برستا ہے۔ اور اس طرح برستا ہے کہ اسیرانِ بریلی جل تھل ہو اُٹھتے ہیں۔ پھر ان میں وہ ہمت واستقامت، وہ حق گوئی وبے باکی اور اظہارِ حق میں وہ ولولہ بل کھانے لگتا ہے کہ فولاد بھی آئے تو چور چور ہو جائے۔ ہمالہ پہاڑ بھی سکتے میں پڑ جائے۔ دل کی گہرائی سے ہم مفتی صاحب کے لیے دعا گو ہیں۔ خدائے قدیر انھیں اپنے پیارے رسول کے دینِ متین کی حفاظت و صیانت ور مسلکِ اعلیٰ حضرت کے تحفظ و اشاعت کے لیے سلامت رکھے۔ ان کے اوقات میں وسعتیں اور نگارشات میں برکتیں عطا فرمائے، اور اس تالیف لطیف کو لوگوں

کے ایمان وعقیدے کی حفاظت کا ذریعہ بنائے۔

خیر اندیش

ڈاکٹر غلام مصطفٰے نجم القادری

صدر مدرّس دار العلوم غریب نواز، باسکی بہاری، مدھواپور، مدھوبنی، بہار

موبائل: 9199464147

۳؍رجب المرجب ۱۴۴۲ھ۔ ۱۵؍فروری ۲۰۲۱ء

استفتا

کیافرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام درج ذیل سوالات کے متعلق

زید ایک پیر ہے۔ اس کے معمولات ونظریات کو دیکھ، سن اور پڑھ کر بعض جگہ سینوں میں شدید اضطراب ہے۔ سطورِ زیریں کے تمام رجحانات واشکالات انہیں کے افکاروخیالات کا احاطہ کرتے اور انہیں کے معمولات ونظریات کے گرد گھومتے ہیں۔

زید کی سرپرستی میں ایک ماہنامہ رسالہ اور ایک سالنامہ بھی نکلتا ہے۔ سالنامہ کے متعلق ایک قلم کار نے یوں لکھا ہے:

(1) ''اس رسالے کی ایک نمایاں خوبی تو یہ ہے کہ یہ خالص خانقاہی مزاج، یعنی وسیع المشربی اور کشادہ دلی کی زندہ تصویر ہے اس میں نہ کسی خاص مکتبہ فکر کی ترجمانی ہے اور نہ کسی خاص گروہ کی اجارہ داری، بلکہ اس کے لکھنے والوں میں اتنا تنوع ہے کہ کسی رسالے کے لکھنے والوں میں اتنا تنوع اور اتنی فکری جہت نہیں ملے گی۔ اس میں مختلف مسالک اور مختلف رجحانات کے نمائندہ اہل علم و دانش کی متوازن اور اچھی تحریریں ایک جگہ مل جاتی ہیں''۔ (کتابی سلسلہ الاحسان ۴ ص۲۰۹)

تحریر بالا کی روشنی میں اس سالنامہ کو کس عقیدہ اور نظریہ کا ترجمان کہا جائے اس کے فکرساز کو کس عقیدہ اور نظریہ کا پاسبان؟؟

بتوفیق اللہ الملک الوھاب وھو المعین والمستعان

الجواب نمبر ا: اللھم ھدایۃ الحق والصواب: صورتِ مذکورہ مستفسرہ ومسئولہ میں اگر صداقت بینہ ہے تو وہ رسالہ صلح کلیت کا ترجمان اور آزادخیالی کا حامل مانا جائے گا اور ایسے افکار و اذہان کے حاملین صلح کلیت و آزادخیالی کے پاسبان کہلائیں گے۔ چونکہ حدیث میں بدمذہب سے ترش روئی سے ملنے کا حکم ہے جیسا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز

صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ تفسیر عزیزی سورۂ قلم صفحہ نمبر ۴۰ کے تحت فرماتے ہیں:

در حدیث شریف ازا لقیت الفاجر فالقه بوجه خشن و در حقائق التنزیل مذکور ست که سهل بن عبدالله تستری علیه الرحمه فرموده اند من صح ایمانه واخلص توحیده فانه لا یأنس الی المبتدع ویظهر له من نفسه العداوة ومن داهن بمبتدع سلبه الله تعالیٰ حلاوة الایمان ومن تحبب الی مبتدع فزع نور الایمان من قلبه۔ (تفسیر عزیزی، سورۂ قلم، ۴۰)

یعنی حدیث شریف میں ہے کہ جب تم کسی فاجر سے ملو تو ترش روئی کے ساتھ ملو اور تفسیر حقائق التنزیل میں مذکور ہے کہ امام سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے اپنے ایمان کو درست اور اپنی توحید کو خالص کرلیا، وہ بدمذہب سے مانوس نہ ہوگا اور اس کے لیے اپنی طرف سے دشمنی ظاہر کرے گا۔ اور جو شخص کسی بدمذہب کے ساتھ مداہنت (یعنی چاپلوسی) کرے گا، اللہ عزوجل اس سے ایمان کی حلاوت سلب کرلے گا اور جو شخص کسی بدمذہب کا دوست بنے گا اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے قلب سے ایمان کا نور نکال دے گا۔ اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ کسی خاص مکتبۂ فکر کی ترجمانی کا فقدان خاص نظریات کی اجارہ داری سے انحراف مختلف مسالک ورجحانات کو قلمی اعتبار سے مجتمع کرنا اور یک جائی پر تحسین کرنا حدیث مذکور کے برعکس عمل پر دال ہے۔ گویا وہ رسالہ اہلِ ایمان کے لیے سمِ قاتل اور زہر ہلاہل ہے اور مداحین و قائلین حاملین صلح کلیت و آزادخیالی کا رسیا اور اہلِ ایمان کے لیے اس کی صحبت زوالِ ایمان کا باعث۔ **واللہ تبارك وتعالیٰ اعلم ورسوله۔**

(2) زید کے یہاں سے شائع ہونے والے ماہنامہ رسالہ میں ہے:

"اس وقت کسی فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ہم تاویل کرنے والوں کی تکفیر

کریں گے۔" (ماہنامہ خضر راہ، الہ باد، مئی ۲۰۱۳)

الجواب نمبر ۲: سوال مذکور کا یہ جملہ کہ اس وقت کسی فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اجماعِ قطعی کے خلاف موجب کفر ہے، کیوں کہ ضروریاتِ دین میں سے کسی شئے کا منکر باجماعِ اُمت کافر ہوتا ہے، جیسا کہ شامی میں ہے: "ضروریاتِ دین کا منکر کافر ہے۔"

(شامی، ج ۲، ص ۲۰۹)

کیا آج کوئی فرد نماز کی فرضیت کا انکار کر دے، شراب کی حرمت کا انکار کر دے، خدا کی وحدانیت یا رسول کی رسالت و دیگر اُمورِ اسلامیہ قطعیہ کا منکر ہو جائے تب بھی اس کی تکفیر لازم نہیں ہوگی؟ عبارت سے صریح طور پر یہ معنی متعین ہے جس میں غیر کے احتمال کی گنجائش ہی نہیں۔ جب معنی متعین بالصراحت ہو تو تاویل کار آمد نہیں جیسا کہ تاتار خانیہ میں ہے: **اذا صرح بارادۃ الکفر فلا ینفعہ التاویل۔**

(تاتارخانیہ، ج ۵/ ۴۴۳۱)

امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دَورِ خلافت میں ایک فرقہ اسلام کا دعوے دار تھا۔ ارکانِ اسلام کے سارے اُمور کو تسلیم کرتا تھا، لیکن فرضیتِ زکوۃ کا منکر ہوا۔ لیکن فرضیت کا انکار مطلقاً نہ تھا بلکہ اس میں تاویل کرتا تھا۔ اس کے باوجود کافر و مرتد ٹھہرایا گیا اور قتل کیا گیا۔ موجودہ دور میں قادیانی کی مثال موجود ہے کہ وہ بھی ظلّی بروزی کی پیوند کاری کرتا ہے، اس کے باوجود کافر و مرتد ہے۔ اسی طرح دیابنہ وہابیہ کے پیشوا نے شانِ رسالت میں تنقیص کی اور اس کے اندر تاویل بھی کی مگر اکابرین اہلِ سنّت نے تاویل کا اعتبار نہیں کیا اور اس کی تکفیر کی۔ **من شك فی کفرہ وعذابہ** کے تحت حکم صادر فرمایا، کہ جو لوگ عقائدِ کفریہ قطعیہ سے واقفیت کے بعد بھی مومن جانے اور اس کے عذابِ کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور وہ اسی لیے ہے کہ ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک شئے کا منکر باجماع المسلمین کافر ہوتا ہے اور جب صریح ہو تو تاویل بھی اس

کے کفر کے اثبات و وجوب میں مانع نہیں۔ جیسا کہ المستند میں ہے:

والمحققون لا یکفرون الا بانکار ما علم من الدین ضرورۃ بحیث یشترك فی معرفة الخاص والعام المخالطون للخواص فان كان المجمع علیه هكذا كفر منكره والا لا ولا حاجة عندهم ایضا الی وجود نص فان كثیرا من ضروریات الدین مما لا نص علیه كما یظهر بمراجعة الاعلام وغیره۔ (المستند المعتمد، ۱۹۵)

محققین ضروریاتِ دین میں سے کسی ضرورتِ دینی ہی کے انکار کی بنا پر تکفیر کرتے ہیں اور ضرورتِ دینی وہ شئے ہے جس کا دین میں سے ہونا ہر خواص و عام کو معلوم ہو، اور عام سے مراد وہ لوگ ہیں جو علما کی صحبت میں رہتے ہوں مگر کوئی مسئلہ ہے جو اجماعی ہے تو اس کا منکر کافر ہوگا۔ اگر ضروریاتِ دین سے نہیں ہے تو اس کا منکر کافر نہیں ہوگا۔ اور محققین کے نزدیک کسی شئے کی ضروریات میں سے ہونے کے لیے نص کے وجود کی قطعی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ بہت ساری چیزیں ضروریاتِ دین سے ہیں لیکن اس کے تعلق سے کوئی نص وارد نہیں۔ جیسا کہ اعلام اور اس کے علاوہ دیگر کتب کلامیہ میں مذکور ہے۔ ضروریاتِ دین کا منکر قربِ قیامت تک جب بھی پایا جائے گا اس کی تکفیر لابدی ہوگی۔

اس عبارت سے اجماع کا صراحتہً انکار لازم آتا ہے جب کہ اجماعِ اُمت کے حجیت پر نص وارد ہے۔ **واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرّقوا۔** (القرآن) اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں انتشار کا شکار نہ ہو۔ تفرق سے امتناع کا حکم ہے، اس کا مفہوم مخالف اجماع کو ثابت کرتا ہے، جو اجماع کی حجیت پر دال ہے۔ **فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول۔** (القرآن) قرآن و سنّت کی طرف رجعت کا حکم ہے۔ جب یہ کیفیت ختم ہوگی تو اتفاق کا ماحول پیدا ہوگا اور اسی کا نام

اجماع ہے۔ جو اس کے حجت ہونے پر دلالت کر رہا ہے۔ **ومن یشاقق الرسول من ما بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنم وسا ء ت مصیرا۔** (القرآن) اور جو شخص رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلاف کرے، بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کے راستے سے ہٹ کر چلے، ہم اسے اپنے حال پر چھوڑ دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ ہے پلٹنے کی۔ اس آیت کریمہ میں مؤمنین کے راستے کے علاوہ کا اتباع جہنم رسید ہونے کا سبب بتایا گیا ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اہلِ ایمان کے مسلک کی اتباع جائز ہے اور صاحبِ ایمان کے چلنے والے راہوں کا نام ہی اجماع ہے۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ اس کے برخلاف چلنا حرام ہے اور اس کے صراط کی اتباع واجب اور وہ راستہ ہی اجماع ہے۔ تو اجماع کا اتباع کرنا واجب ہوا۔ جو اس کی حجیت پر بین ثبوت ہے۔ احادیث میں ہے:

ان الله لا یجمع امته محمد علی الضلالة وید الله علی الجماعت ومن یشذ شذ فی النار۔ (رواہ الترمذی) **اتبعوا سواد الاعظم فانه شذ شذ فی النار۔** (رواہ ابن ماجہ) **ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ الشاذة والقاصیة والناحیة وایاکم والشهاب وعلیکم بالجماعة والعامة۔** (رواہ احمد)

اس کے علاوہ بھی ہے جو اجماع کی حجیت پر دال ہے۔ بالصراحت کفری معنی متعین ہے، جس کے تاویل کی گنجائش میں واضح ہوا کہ یہ مسئلہ یقینی، ایمانی، قطعی، اذعانی، اتفاقی اور اجماعی ہے۔ جس کا خلاف نہ کرے گا گمراہ بد دین بندۂ شیاطین۔ **والعیاذ باللہ ربّ العالمین۔**

دوسرا جملہ یہ ہے کہ نہ ہم تاویل کرنے والوں کی تکفیر کریں گے۔ دونوں عبارتوں

کو دیکھتے ہیں تو قائل کی پوری شبیہ نظر آجاتی ہے اور اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اب ضروریاتِ دین کی بھی تکفیر نہ کی جائے گی اور ماضی میں جن لوگوں کی تکفیر ہوئی ہے ہم اس کو کافر نہیں مانیں گے۔ چونکہ وہ اہلِ تاویل ہے۔ گویا دیابنہ، وہابیہ، سلفیہ، مہدویہ، شیعہ، قادیانی وغیرہ وغیرہ سب قائل کاتب کے نزدیک مسلمان ہے۔ یہ خود ہی موجب کفر ہے ورنہ جملہ تضاد بیانی کا شکار ہوگا۔ حالانکہ محققین کی وضاحت اور اجماع کے دلائل بیان ہوچکے کہ ضروریاتِ دین کا منکر کافر ہے اور صریح میں تاویل کی گنجائش نہیں۔ بہرصورت عبارت موجب کفر ہے اور قائلین و مؤیدین اور اس عبارت کی تصدیق کرنے والوں پر توبہ، تجدیدِ ایمان و نکاح اور بیعت لازم ہوگا۔ **واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ**

(3) بکر نے ایک کتاب عربی میں لکھی، اس کتاب کے عربی نام کا اردو ترجمہ ہے "مسلمانوں کو کافر و فاسق قرار دینے والے فرقوں کے رد میں چالیس قوی احادیث" اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے عمرو نے یوں لکھا اور اس کو زید نے مذکورہ رسالہ میں شائع کیا تبصرہ یوں ہے:

"اس کتاب میں پیش کردہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر یا انہیں مشرک قرار دینا درست نہیں ہے اگرچہ وہ سخت گناہ میں موث ہوں." (مصدر سابق ص ۱۲)

پھر ڈیڑھ سطر بعد لکھتے ہیں:

"مسلکی منافرت اور ایک دوسرے کی تکفیر کی پاداش میں اپنی شان وشوکت اور سطوت وقوت کھوچکی امت مسلمہ کے لیے یہ کتاب ایک عظیم نعمت ہے"۔

الجواب نمبر ۳: اہلِ اسلام کی تکفیر کے خلاف جتنی احادیث ہیں وہ سب عدم انکار ضروریاتِ دین پر محمول ہیں اور اہلِ قبلہ کی عدم تکفیر کا حکم بھی اسی کا حامل ہے یعنی گناہ

کبائر کےصدور کی بنیاد پر کسی اہلِ قبلہ اور دعویداران اسلام کی تکفیر ناجائز وحرام بلکہ خود ہی کفر ہے لیکن مگر اہلِ قبلہ یا مدعیِ اسلام سے کسی ضرورتِ دینی کا انکار پایا جائے اور وہ متحقق ہوتو اس کی تکفیر لازم ہے۔ضرورتِ دینی کے انکار کے تحقق و اثبات کے بعد بھی اس کی تکفیر نہ کرنا بھی کفر ہے۔**من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر**۔ مسلمان کو مسلمان جاننا اور کافر کو کافر یقین کرنا ضروریاتِ دین سے ہے۔ اس بات پر اُمتِ مسلمہ کا اجماع ہے کہ ضروریاتِ دین میں سے کسی ضرورتِ دینی کا منکر کافر ہے۔ چونکہ ایمان ضروریاتِ دینی کے قلبی تصدیق کا نام ہے۔جیسا کہ شرح عقائد نسفیہ میں ہے۔ **ان الایمان فی التلزع هو التصدیق بما جاء به من عندالله تعالی ای تصدیق النبی بالقلب فی جمیع ما علم بالضرورة مجیئہ به من عندالله تعالی**۔ (شرح عقائدنسفیہ، مبحث الایمان، ۱۲۰) فی المسیرۃ والمسیرۃ الکلام فی متعلق الایمان ر ۳۳۰۔ الاشباہ والنظائر الفن اکافی کتاب السیر ر ۱۵۹۔۔ البحر الرائق۔ احکام المرتد۔ ج۵ ر ۲۰۲۔ الدرالمختار، باب المرتد، ج۶ ر ۳۴۲۔ھندیہ، ج۶ ر ۲۶۳۔ باب المرتد) اہلِ قبلہ یادعوے دارانِ اسلام جب ضرورتِ دینی کے منکر ہوں گے تو ایمان ہی کہاں رہے گا۔ جز کا انتفا کُل کے انتفا کو مستلزم ہے۔ واضح ہے کہ جب اہلِ قبلہ میں کفر کی کوئی علامت و نشانی پائی جائے گی اور اس کا تحقق ہوجائے کہ اس سے موجباتِ کفریہ کا صدور ہوا ہے تو اس کو کافر کہا جائے گا۔حضرت ملّا علی قاری فرماتے ہیں: **ان المراد بعدم تکفیر احد من اهل القبله عند اهل السنة انه لا یکفر مالم یوجد شئی من امارات الکفر و علاماته ولم یصدر عنه شئی من موجباته** یعنی اہلِ سنت کے نزدیک اہلِ قبلہ میں سے کسی کو کافر نہ کہنے سے مراد یہ ہے کہ اس کو اس وقت تک کافر نہ کہیں گے جب تک کہ اس میں کفر کی کوئی علامت ونشانی نہ پائی جائے اور کوئی بات موجبِ کفر اس سے ثابت نہ ہو۔ (شرح فقہ اکبر، ص ۱۸۹)

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں: **لا خلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام و ان کان من اھل القبلة المواظب طول عمرہ علی الطاعات کما فی شرح التحریر** (شامی، ج۱،ص ۳۹۳) یعنی ضروریاتِ اسلام میں سے کسی چیز کا انکار کرنے والا بالاجماع کافر ہے۔ اگرچہ اہلِ قبلہ سے ہو اور ساری عمر طاعت میں گذار دے۔

امام یوسف فرماتے ہیں جو کتاب الخراج میں مرقوم ہے: **ایما رجل سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کذبه او عیبه او تنقص فقد کفر باللہ تعالیٰ وبانت امرته۔** (شامی، ج ۳،ص ۳۰۰) جو شخص مسلمان اہلِ قبلہ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دُشنام دے یا حضور کی طرف جھوٹ نسبت کرے یا حضور کو کسی طرح کا عیب لگائے یا کسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان گھٹائے وہ یقینا کافر منکرِ خدا ہوگیا۔ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ قائل کی مراد عبارت سے یہ ہے کہ ضروریاتِ دین کا منکر بھی اگر اہلِ قبلہ ہے تو اس کی تکفیر درست نہیں۔ تو قائل و معاون و مدّاح سب کے سب کافر و مرتد قرار پائیں گے۔ اس سے رجعت کے لیے توبہ، تجدیدِ ایمان، تجدیدِ نکاح اور اگر مرید ہے تو تجدیدِ بیعت لازم ہوگا۔ اگر اس کا پیر بھی اس عقیدے کا حامل ہے تو اس پر بھی یہ حکم عائد ہوگا۔ عدم توبہ پر اس کی بیعت توڑ دینی لازم ہوگی۔ مسلکی منافرت اور ایک دوسرے کی تکفیر کا لفظ اس بات کا متقاضی ہے کہ اہلِ قبلہ کی تکفیر سے مراد ضروریاتِ دین کے منکرین کی عدم تکفیر ہے۔ اور اس کتاب کی اسی بنیاد پر تحسین ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو اس کے کافر و مرتد ہونے میں شک کی گنجائش ہی نہیں۔ جو لوگ اس کے اس اعتقاد اور ضروریاتِ دین کے انکار پر کامل واقفیت رکھ کر انھیں مسلمان جانیں، تو وہ بھی اسی حکم میں شامل ہوں گے۔ اتنا تو واضح ہے کہ وہ کتاب و رسالہ گمراہیت و ضلالت اور سلبِ ایمان کا باعث اور اس کا ترجمان ہے اور جتنوں کی

شمولیت اس عبارت کی تائید کے ساتھ ہے سب کے سب ضال ومضل اور راہِ حق سے بھٹکے ہوئے ذرّیت شیطان کی صفوں میں شامل ہیں۔**واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ**

(4) عنوان اور ادارتی نوٹ کے درمیان کی ایک سطر، جسے ماحصل کے طور پر نوٹ کیا گیا وہ یوں ہے:

"جو ہماری طرح قبلہ رخ ہو کر نماز ادا کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے اور اللہ ورسول کے امان وذمے میں ہے"۔(ایضا،ص١٠)

انس اقتباس کے متعلق شریعت مطہرہ کی کیا رائے ہے؟ اور اس خیال کے متحمل پر کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟

الجواب نمبر ۴: حدیث کے مصداق وہی لوگ ہیں جو ضروریاتِ دین کے منکر نہیں، ورنہ خوارج، تبرائی شیعہ، تفضیلیہ کے سوا شیعہ کے تمام فرقے، منکرین زکوۃ، منافقین عرب، موجودہ دور میں قادیانی، وہابیہ جو عقائد کفریہ کے حامل ہیں۔ دیابنہ جو کفر قطعی کے مرتکبین ہیں۔ سب کے سب مسلمان ہوتے مگر ایسا نہیں۔ مسجد سے نکالنا اور نکال دینے کا حکم، قتل کر دینے کا حکم، جنگ کرنا اور قتل کر دینا۔ اس بات پر بین ثبوت ہے کہ اہلِ قبلہ اور ہمارا ذبیحہ کھانے کے باوجود ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک کا منکر ہے تو حتمی ویقینی اور قطعی کافر ہے۔ جو اس کو مسلمان گردانے وہ بھی کافر ومرتد ہے۔ اگر کاتب وقائل کی مراد یہی ہے کہ ضروریاتِ دین کا منکر بھی ہماری طرح قبلہ رُخ ہو کر نماز ادا کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو ہم اس کو بھی مسلمان جانیں گے۔ تو خود کافر ہوگا۔ من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر کے تحت اس عقیدہ کو جان کر جو اس کے کفر وعذاب میں شک کرے گا وہ بھی کافر ہوگا۔ توبہ، تجدید ایمان، تجدید نکاح وبیعت لازم ہوگا۔

کوئی **من قال لا الٰہ الّا اللہ مدخل الجنۃ** سے استدلال کرتے ہوئے

کہے کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس نے لا الٰہ الّا اللہ کہہ دیا وہ جنتی ہے اور جنتی مسلمان ہوتا ہے۔ اس لیے گاندھی جی، گیانی ذیل سنگھ اور اس طرح کے بے شمار کافر و مشرکین نے **لا الٰہ الا اللہ** کہا ہے، منافقین و مرتدین نے کہا ہے۔ اس لیے ہم کسی کی تکفیر نہیں کریں گے۔ تو اس کو دنیا بھی پاگل کہے گی۔ خود کاتب بھی پاگل تصور کرے گا اور یہ کوئی اور اسلام تو ہوسکتا ہے، جس کو ماڈرن سے تعبیر کیا جا سکتا ہے مگر حقیقی اسلام جس کو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے اور بابِ توحید کے اعتبار سے جو حضرت آدم علیہ السلام نے دیا، وہ نہیں ہوسکتا ہے۔ بلکہ ایسا کہنا صریح قرآن و احادیث کے خلاف ہے اور قرآن و احادیث کی روشنی میں ایسا شخص کافر و مرتد اور مستحق عتاب و عذاب و نار ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ

(5) خود "زید" کی شخصیت کن تصورات کی علم بردار ہے وہ اپنے نظریات کے آئینے میں کیا ہیں؟ مسلکی تصلب جو مقصود اسلام ہے اس باب میں وہ کس منزل پر ہیں تو ان اسرار کی رونمائی ایک مشہور جامعہ کے شیخ نے یوں کی ہے:

"ہندوستان میں اہلِ سنت کا ایک طبقہ بہت متشدد ہے، ۔۔۔(زید) اعتدال ووسطیت کے نمائندہ ہیں"۔ (سنی دعوت اسلامی، ممبئی، اپریل ۱۳، ص ۵۱)

اس اقتباس میں متشدد طبقہ کسے کہا گیا ہے وہ کون ہے؟ ان میں کون کون شخصیتیں آئیں گی؟ دین میں شدت کی کوئی اہمیت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا؟ نیز جس اعتدال ووسطیت کی دہائی دی جارہی ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس کے عاملین کو عرف شریعت میں کیا کہتے ہیں؟ اور اس کی محنت و خدمت پر اجر و ثواب کی کیا کیفیت ہے؟

الجواب نمبر ۵: شخص مذکور کا یہ کہنا کہ شیخ ابوسعید اعتدال ووسطیت کے نمائندہ ہیں۔ اگر اس معنی کر ہے کہ وہ ضروریاتِ دین کے منکرین سے محبت کرتے ہیں۔ ان حضرات کو

اہلِ قبلہ کہہ کر ہر تعلقاتِ دینیہ و دنیویہ مؤدت کے ساتھ روابط رکھتے ہیں تو یہ اعتدال نہیں مداہنت فی الدین ہے، جس کو صلح کلّیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ اعتدال و وسطیت نہیں بلکہ اعتدال کی موت ہے۔ شخص مذکور نے تفریط کو اعتدال کا نام دے کر تحریف کے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ اعتدال اسلام میں ہے جو دین یہود و نصاریٰ کے افراط و تفریط سے پاک ہے۔ اہلِ سنّت و جماعت ہے جو قدریہ و جبریہ کے افراط و تفریط سے مبرّا ہے۔ موجودہ دور میں مسلکِ اعلیٰ حضرت ہے جو مرتدین زمانہ اور صلح کلّیت وقت کے افراط و تفریط سے پاک ہے۔ جو **اشداء علی الکفّار رحماء بینھم**۔ کافروں پر سخت اور آپس میں نرم ہیں، کے عین مطابق ہے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صفت ممیزہ کو قرآن نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ وہ جماعت ہے جو کافرین و منافقین پر متشدّد ہیں اور مؤمنین پر مہربان۔ اور شیخ ابو سعید کی صفت ممیزہ شخص مذکور نے بیان کیا کہ یہاں تشدد کا نام و نشان نہیں، تو ایک ہی پہلو اخوت و مؤدت کا رہا، تو اعتدال و وسطیت کا وجود کہاں۔ اعتدال تو یہ ہے کہ اہلِ ایمان سے مؤدت ہو اور کافرین و مشرکین و مرتدین و منافقین سے معاملات متشددانہ ہوں۔ دونوں کے ساتھ سختی اعتدال کے خلاف ہے۔ تو دونوں طرف نرمی بھی اعتدال کے خلاف ہے۔

سختی و نرمی کے درمیانی حصّے کا نام اعتدال ہے۔ اس کے برعکس کو اعتدال کا نام دینا بے بنیاد ہو جاتا ہے۔ اس کو صلح کلّیت و مداہنت فی الدین کا نمائندہ تو کہا جا سکتا ہے اعتدال وسطیت کا نمائندہ نہیں۔ البتہ اگر شخص مذکور کی مراد ایک سنّی صحیح العقیدہ کا تشدد ایک صحیح العقیدہ مسلمان پر ہے یا فرد و جماعت کے معاملات میں شدّت بے جا ہے یا بلاوجہ مشربی تشدّد ہے۔ ان معاملات میں کوئی درمیانی راستہ اختیار کرتا ہے تو اس کو اعتدال کا نمائندہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ البتہ وہ مبنی بر حقیقت ہو۔ سوال مذکور کے جہاتِ ستہ کا جائزہ لینے کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ اس شخص نے اس کو متشدد کہا ہے کو بدمذہبوں

سے قطع تعلق اختیار کرتے ہیں۔ صحابہ سے لے کر موجودہ دور کے اکابرین اہلِ سنّت متشددین میں شامل ہوجاتے ہیں۔ اس زمانے کے اکابرین میں سرفہرست تاج الشریعہ بریلوی، محدثِ کبیر گھوسوی، شیخ الاسلام کچھوچھوی، امین ملت مارہروی، گلزارِ ملت مسولوی، غیاثِ ملت کالپوی، سراجِ ملت ممبئ، حسینی میاں ناگپوری، علامہ غلام محمد صاحب اڑیسوی، و دیگر موجودہ اکابرین اہلِ سنّت میں ماضی بعید کے اکابرین اہلِ سنّت میں ماضی بعید کے اکابرین اہلِ سنّت میں محقق علی الاطلاق امام احمد رضا فاضل بریلوی، حجۃ الاسلام، مفتیِ اعظم ہند، محدثِ اعظم ہند، مفسرِ اعظم بریلوی، تاج الفحول بدایونی بلکہ کچھوچھہ، مارہرہ، بدایوں، مسولی، بلگرام، کالپی، اجمیر معلّٰی بلکہ جملہ مسلکِ اعلیٰ حضرت سے منسلک اکابرین اہلِ سنّت ہیں۔ کافرین ومشرکین ومنافقین بالخصوص مرتدین و مبتدعین سے شدت ہی ایمان کی پہچان بلکہ مدارِ صحت ایمان ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے: **اشداء علی الکفّار رحماء بینھم**۔ جو مقامِ مدح میں مذکور ہے۔ کفّار پر شدت ہی مطلوبِ الٰہی ہے۔ **واغلظ علیھم**۔ اس پر سختی کرو۔ ربّ تبارک وتعالیٰ نے کفّار ومنافقین کے ساتھ شدت کا حکم فرمایا ہے۔ **ولیجدوا منکم غلظۃ**۔ کفّار تم میں سختی پائیں۔ **لا تاخذ کم رأفۃ فی دین اللہ**۔ کہیں خدا کے دین میں ان پر محبت نہ آئے۔ **لا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین**۔ ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ **لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار**۔ ظالموں کی طرف نہ جھکو، جہنم چھوئے گی۔ **اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین**۔ اہلِ ایمان پر نرم ہیں اور کافروں پر سخت ہیں۔ **واعرض عن المشرکین**۔ مشرکین سے منہ پھیر لو۔ اس کے علاوہ بھی بے شمار آیتیں ہیں جو شدت ومنافرت پر دلالت کرتی ہیں۔ شدّت کی چند جھلکیاں ملاحظہ کیجیے۔ امام سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ آیتِ مجادلہ، آیت نمبر ۲۲ کا شانِ نزول یہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باپ سے حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی گستاخی کے کلمات سنے تو باپ کو تھپڑ مارا۔ (لباب العقول) علامہ اسماعیل حقی نے روح البیان میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ تھپڑ اتنے زور سے مارا کہ وہ زمین پر گرے۔ **فقال علیه السلام او فعتله قال نعم قال فلا تعد الیه قال والله لو کان السیف قریبا منی فقتلته۔** (تفسیر روح البیان، المجادلہ، ج۹/ ص ۳۳۵)

ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے جنگِ اُحد میں اپنے باپ جراح کو قتل کیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبدالرحمن کو مقابلے کے لیے طلب کیا، مگر اجازت نہ ملی۔ اس طرح بے شمار صحابہ نے اپنے ہاتھوں دشمنِ رسول کو قتل کیا، جو اس کے رشتے دار تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **الغیرۃ من الایمان والمنیۃ من النفاق ومن لا دین له۔** (روح البیان، مجادلہ، ج۹/ ۳۳۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گستاخوں کو سختی سے اپنی مسجد سے نکلوا دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ "**قام رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم جمعة خطیبا فقال قم یا فلان فاخرج فانك منافق اخرج یا فلان فانك منافق فاخرجهم باسمائهم ففضحهم ولم یكن عمر بن الخطاب شهد تلك الجمعة لحاجة كانت له فلیقهم عمر وهم یخرجون من المسجد فاختبا منهم استحیاء انه لم یشهد الجمعة وظن ان الناس قد انصرفوا واختبوا هم من عمر وظنوا انه قد علم بامرهم فدخل عمر المسجد فاذا الناس لم فیصرفوا فقال له رجل التبز یا عمر فقد فضح الله المنافقین الیوم۔** (روح المعانی، ج۱۱- تفسیر آلوسی، ج۷، ۳۴۷۔ المعجم الاوسط، ج۱، ۲۴۱ رقم الحدیث ۹۲، مجمع الزوائد، ج۷، ۱۱۱)

فاخرجوا من المسجد اخراجا عنیفا۔ (سیرت ابن ہشام، ج۱، ۵۲۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ منافقین کو سختی کے ساتھ مسجد سے نکال دیا جائے۔ حضرت ابوایوب خالد بن زید رضی اللہ عنہم اُٹھے اور عمر بن قیس کو ٹانگ پکڑ کر گھسیٹتے گھسیٹتے مسجد سے باہر پھینک دیا۔ کسی نے چادر ڈال کر کھینچا۔ کسی نے منہ پر طمانچہ لگایا اور مسجد سے باہر نکال دیا۔ کیس نے کہا: ارے منافق! خبیث تم پر افسوس ہے۔ آخری جملہ یہ رہا۔ **فلا تقربن مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم**۔ (سیرت ابن ہشام، ج ا، ۵۲۸) پھر کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسجد کے قریب نہ آنا۔ اس طرح بے شمار روایتیں ہیں۔ **ما انا علیہ و اصحابی** کے آئینے میں دیکھ لیں، صاف معلوم ہوگا کہ تشدّد ہی میرے آقا علیہ السلام وصحابہ کا عقیدہ تھا۔ جو اس عقیدے کا حامل ہوتا ہے اسی کو جنتی کہتے ہیں۔ وہی اہلِ حق ہیں ان کا نقشِ قدم ہی صراطِ مستقیم ہے۔ یہی صاحبِ اعتدال ہیں، عرفِ شریعت میں انہی کو متقی اور اللہ کا ولی کہا جاتا ہے اور یہی لوگ عرفا وصوفیا میں شامل ہوتے ہیں۔ البتہ ان نفوسِ قدسیہ کے مبتدعین اہلِ حق اور جنتی ہوتے ہیں۔ اجروثواب اور جزا یہ ہے کہ زندۂ جاوید ہوجاتے ہیں۔ لوگوں کے دلوں میں من جانب اللہ گھر بنا لیتے ہیں۔ حیات میں مقبولیت کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ مرجع الخلائق کی صفوں میں شامل ہوجاتے ہیں۔ بعد وفات بھی فیض یابی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ بروزِ حشر شفاعت کا اِذن عام ملے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے وہ بھی شفیع محشر ہوں گے۔ البتہ شخص مذکور نے متشدد باعتبار توہین کہا ہے، جس میں تمام اکابرین ملت، فاضلِ بریلوی، صدر الشریعہ، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم، مجاہد ملت، حافظِ ملت، حضور اشرفی میاں کچھوچھوی، احسن العلما، علامہ نقی علی خاں، شیر بیشۂ اہلِ سنّت، صدر الافاضل ـــــ بلکہ تمام اکابرین ملت کی توہین وتنقیص کی ہے۔ دو قدم آگے بڑھائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات جاتی ہے۔ البتہ اوّل کا اعتبار کرتے ہوئے شخص مذکور و مؤیدین ومصدقین ومحررین سب پر توبہ لازم ہے۔ جو لوگ شدت کے مخالف ہیں،

مداہنت کے حامل ہیں وہ گمراہ و بد دین، فاسق و مبتدعین ہیں۔ اس کے پیرو کار کو عرفِ شریعت میں ضال و مضل کہا جاتا ہے۔ جس کو مداہن فی الدین اور صلح کلّیت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ جب ایمان ہی میں تزلزل ہے، عقیدے کی بنیاد ہی کھوکھلی ہے تو سارے عمل اکارت و رائیگاں ہوں گے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے: **ان تحبط اعمالکم ان کنتم لا تشعرون۔** حدیث میں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں آیا ہے: **ایاکم وایاھم۔** یعنی ان کو اپنی قربت سے اور خود کو ان کی قربت سے دور رکھو۔ بقیہ دلائل اوپر مذکور ہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ۔**

(6) ''ان (زید) کی بارگاہ میں ہندو مسلم مومن کافر سنی شیعہ حنفی شافعی دیوبندی بریلوی اور امیر و فقیر عالم و جاہل گورے کالے ہر طرح کے پیاسے آتے ہیں اور حضرت صوفی مشرب پر عمل کرتے ہوئے بلا تفریق سب کو سیراب کرتے ہیں''۔

(نغمات الاسرار، ص ۱۱)

کیا مذکورہ اقتباس میں بد مذہبوں سے اختلاط کا کھلا اعلان نہیں ہو رہا ہے، عوام کو اختلاط بد مذہباں کی ترغیب نہیں ہے؟ بد مذہبوں سے اختلاط اور اظہارِ اختلاط کا نیز عوام کو اس کی ترغیب دینے کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب نمبر ۶: صلح کلّیت و آزاد خیالی کا پرچار ہے۔ عوام کے لیے ایسے شخص کی صحبت سمِ قاتل اور زہر ہلاہل ہے۔ اس پر توبہ لازم ہے۔ مبتدع و فاسق کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ توبہ نہ کرے تو بائیکاٹ کا حکم واجب ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: **واِمّا ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظّٰلمین۔** (پارہ ۷، رکوع ۱۴) **واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ۔**

(7) ایک کتاب زید کی مثنوی کا مجموعہ ہے جس کا پیش لفظ بکر نے لکھا ہے اور اخیر

میں رموزِ نغمات کے نام سے بعض مغلق یا مشتبہ اشعار کی تشریح بھی ہے، وہ پیش لفظ میں ''زید'' کی شخصیت اور ان کا عندیہ یوں بیان کرتے ہیں:

"حضرت کی شخصیت ایک جہت سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی سی ہے تو دوسری طرف جب فقہ وافتا کی بات آتی ہے تو کبھی کبھی نگاہ کوتاہ بین کو تقلید کی زنجیریں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔'' (نغمات الاسرار، ص۶)

دوسری جگہ یوں لکھتے ہیں:

''وہ مقلد ہیں مگر ان کی تقلید میں جمود نہیں''۔ (ایضاً ص۱۱)

اب سوال یہ ہے کہ کیا کسی مقلد کو مقلد ہونے کا دعوی رکھتے ہوئے اختیار ہے کہ وہ تقلید پر تنقید کرے؟ اور حسب ضرورت وموقع تقلید کی زنجیر توڑ کر آزاد ہو جائے پھر اپنی رائے قائم کرے اور عمل کرے؟ از روئے شرع ایسا کرنے والے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور یہ اسلاف کی مبارک روش سے انحراف کرنے والے کس زمرے میں ہیں؟ کیا آج اس طرح کے اجتہاد کی اجازت ہے؟

الجواب نمبر ۷: سوال مذکور دو عبارت سے متعلق ہے۔ محرر لکھتا ہے کہ جب فقہ و اِفتا کی بات آتی ہے تو کبھی کبھی کوتاہ بین کو تقلید کی زنجیریں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ جن کی رسائیٔ اُصولیات تک نہیں ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ تقلید کا قلادہ اُتار پھینکا ہے۔ جب کہ ایسا نہیں ہے۔ دوسرا جملہ ہے کہ مقلد ہیں مگر ان کی تقلید میں جمود نہیں۔ محرر نے اس جملے سے واضح کر دیا کہ تمام مسائل میں تقلید نہیں کرتے یا پھر اُصول میں مقلد ہیں۔ صاف ہے کہ محرر شخص مذکور کو مجتہد بتا رہا ہے اور یہی محسوس کرنے والے نے محسوس کیا ہے جس کو محرر نے کوتاہ میں کہہ کر یاد کیا ہے۔ پھر وہی بات خود بھی کہہ رہے ہیں اس طرح سے کلام وہی کر سکتا ہے جو عقل وخرد سے ماورا ہوتا ہے۔ اتنا تو ثابت ہو گیا کہ محرر شخص مذکور کے مقلد محض ہونے کا منکر ہے۔ یعنی بعض معاملات میں مقلد ہے اور

بعض معاملات میں خود ہی قرآن و احادیث سے استنباط کرتا ہے۔ یا امام کی تقلید مسائل اجتہادیہ میں آنکھ بند کر کے نہیں کر لیتا بلکہ اس میں بھی تنقیح کے مراحل سے گذرتا ہے۔ اگر مطابق فہم پایا تو اس پر عمل کر لیا ورنہ اپنے اجتہادی، استنباطی اور استخراجی مسائل پر عمل کر لیا۔ یا پھر امام شافعی کا قول اچھا لگا، اس کو اپنا لیا۔ امام مالک کا درست سمجھا، اس کو لے لیا۔ امام احمد بن حنبل کے استخراجیہ مسائل دل کو بھائے، اس کو گلے سے لگا لیا۔ بعض اُمور میں حنفیہ کے مطابق عمل کر لیا۔ عدم جمود کی مزید صورتیں بھی نکل سکتی ہیں اور سب کی سب صورتیں جو سامنے آئیں گی موجودہ وقت میں ان باتوں کا دعویٰ باطل اور گمراہیت و بے دینی و بدعت ہونے کی علامت ہے اور محررین و قائلین و دعوے داران، معاونین و مصدقین سب کے سب گمراہ، بدعتی، بد دین اور مستحق عتاب و عذاب و نار ہیں۔ اس میں تاویل کی گنجائش نہیں ہے کہ اسبابِ ستہ کی بنیاد پر جو احکام بدلتے ہیں یا مرورِ زمانہ کی جو رعایت ہوتی ہے یا جدید مسائل میں محققین حلّت و حرمت کا حکم لگاتے ہیں اس سے تقلید محض کی زنجیریں ٹوٹتی ہے اور مقلّد محض کو مجتہد کا درجہ نہیں دیا جاتا ہے اور نہ ہی اس کو عدم جمود سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس زمانے میں مجتہدین کے طبقاتِ ستہ میں سے کسی ایک کا بھی وجود شرائط کی روشنی میں نہیں پایا جاتا ہے۔ اس طرح کی بکواس اہلِ خبیث سلفیہ وہابیہ اور اس کی ذرّیت مودودیہ لوگ کرتے ہیں، جو آزاد خیالی، غیر مقلّدیت اور آوارہ گردی کی علامت و پہچان ہیں۔ مجتہد ایسے شخص کا نام ہے جس میں اس قدر علمی استعداد، لیاقت و صلاحیت اور ایسی مہارت درکار ہے جو اشاراتِ قرآنیہ، رموز و اسرار عربیہ، الاشباہ والنظائر فرقانیہ کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر میں کامل غوطہ زنی پر درک رکھتا ہو۔ نحو و صرف، فصاحت و بلاغت، معانی و بیان اور لغاتِ عربیہ، محاوراتِ عربیہ پر کمالِ دسترس حاصل ہو۔ تمام آیات و احادیث، اس کے مقتضیات و مبادیات اور اُصول و ضوابط پر اس کو ملکہ ہو۔ ورنہ وہ غیر مجتہد ہے۔

تفسیراتِ احمدیہ میں ہے: **ان یکون له قدرة علی معرفة وجوهه و معانیه و طرفه و احکامه اما ان یکون له مع ذلك ملکة الاستنباط والقدرة والتامة علی استخراج المسائل هو المجتهد۔** (تفسیراتِ احمدیہ، ۵۲۴، مطبوعہ حقانیہ) مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ کتاب وسنّت کے احکام اور طرق ومعانی پر قدرت ہونے کے ساتھ ساتھ استخراج پر ملکہ وقدرت رکھتا ہو۔ تفسیراتِ احمدیہ کے حاشیہ نمبر ا پر ہی: **شرط الاجتهاد ان یحوی علم الکتاب بمعانیه اللغویة والشرعیة و وجوه التی من الخاص والعام والامر والنهی ولکن لا یشترط علم جمیع ما فی الکتاب بل قدر ما یتعلق به الاحکام و علم السنة وذلك ایضا قدر ما یتعلق به الاحکام اعنی ثلاث آلاف۔** (تفسیر احمدیہ، ۵۲۴، حاشیہ نمبر ا) اجتہاد کی شرط یہ ہے کہ وہ کتاب کے علم کو حاوی ہو۔ اس کے معانی لغویہ اور شرعیہ کی شمولیت کے ساتھ اور کتاب کے وجوہ خاص اور عام وغیرہ کی شمولیت کے ساتھ لیکن اجتہاد کے لیے جو کچھ کتاب میں ہے ان تمام علوم کا جاننا شرط نہیں بلکہ ان آیات کا جاننا لازم ہے، جن کا تعلق اجتہاد سے ہے۔ جتنا آیاتِ بینہ کا علم ضروری ہے اسی طرح اس سنّت کا جاننا بھی اتنا ہی ضروری ہے جن آیات و احادیث کا تعلق احکام سے ہے۔ وہ تقریباً تین تین ہزار ہیں بلکہ احادیث کہیں اس سے زیادہ ہے اور ماضی قریب میں اس پائے کا کوئی نہیں۔ محدث بریلوی محقق علی الاطلاق فاضل بریلوی میں اجتہاد کے شرائط میں طبقات ثالثہ مجتہد فی المسائل کی شرطیں بتمام کمال موجود تھیں۔ مفتی اعظم ہند مجدد مائۃ حاضرہ میں قوتِ اجتہاد کی نور باریاں تھیں۔ اس کے باوجود مقلدین محض کی صفوں میں رہے اور مقلد ہی کہلائے۔ جب ان عظیم شخصیات کو مجتہدین کی فہرست میں شامل نہیں کیا گیا تو ایرو غیرو، نتھو خیرو کی کیا حقیقت وحیثیت۔ صاحب الفقہ الاسلامی وادلہ اپنے زمانے کی بات کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"وللفتاوی الصادرة فی زماننا هی مجرد نقل کلام المفتی (المجتهد) لیاخذبه المستفتی ولیست هی بفتوی حقیقة۔ (الفقہ الاسلامی وادلہ، ج۱، ۴۱)

اپنے دور کے مفتی کو ناقل اور فتاویٰ کی کتاب کو عرفاً فتاویٰ کی کتاب کہہ رہے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ مجتہدین سے دور خالی تھا۔ جب اوّل دور میں موجود نہیں تو آج انحطاط کے دور میں کہاں ممکن ہے۔ کیوں کہ پہلے مجتہد ہی کو مفتی کہتے تھے۔ آج ناقل پر لفظ مفتی کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ الفقہ الاسلامی وادلہ میں ہے۔ **الفقیه والمفتی هوالمجتهد والمجتهد هوالذی حصلت له ملکة یقتدر بها علی استنباط الاحکام من ادلتها واطلاق کلمة الفقیه او المفتی اخیرا علی متفقة المذاهب من باب المجاز والحقیقة العرفیه۔** (الفقہ الاسلامی وادلہ، ج۱، ۴۱)

علامہ ابن نجیم مصری، علامہ ابن عابدین شامی اور شیخ عبدالغنی نابلسی وغیرہم جیسی شخصیات کو مجتہدین کے صفوں میں شامل نہیں مانا گیا، تو ہمہ وشما کی کیا حقیقت وحیثیت؟ جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامی نے رسم المفتی میں ابن نجیم مصری کے مجتہد نہ ہونے کی صراحت کردی ہے۔ لکھتے ہیں: **"ویوخذ من قول صاحب البحر یجب علینا الافتاء بقول الامام انه نفسه لیس من اهل النظر فی الدلیل فاذا صح قولا بحالنا لتصیح غیره لا یعتبر فضلا عن الاستنباط والتخریج علی القوله خلافا لما ذکره البیری عقد قول صاحب البحر فی کتابه الاشباه۔ النوع الاول فی معرفة القواعد التفصلی وهی اُصول الفقه فی الحقیقة وبها یرتقوا الفقیه الی درجة الاجتهاد دولوا فی الفتویٰ واکثر فروعه ظفرت به۔ الخ فقال البیری بعد ان**

عرف المجتهد فی المذهب بما قد مناه عنه۔وفی هذا اشارۃالی ان المؤلف قد بلغ هذا المرتبة فی الفتویٰ وزیادۃ وهو فی الحقیقة من الله تعالیٰ علیه بالاطلاع علی جهاۃ الرویا وکان من حبلة الحفاظ المطلعین انتهی۔ اذلا یخفی ان ظفره باکثر فروها هذا النوع لا یلزم منه ان یکون له اهلیة النظر فی الادلة التی دل کلامه فی البحر علی انها لم یحتصل له وعلی شرط الاجتهاد فی المذهب فتامل۔ (رسم المفتی)

البحر الرائق کے مصنف کے قول: **یجب علینا الافتاء بقول الامام** سے یہ مطلب واضح ہوجاتا ہے کہ خود علامہ ابن نجیم دلائل میں نظر کرنے کی صلاحیت کے حامل نہیں ہیں۔ اور وہ دوسرے فقہا کی تفریع کے خلاف کسی قول کو صحیح قرار دیں تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ (مگر ان لوگوں نے ایسا کیا بھی نہیں ہے) چہ جائیکہ قواعد کلیہ پر ان کی تفریعات و استنباط کا اعتبار کیا جائے۔ علامہ دبیری کا یہ خیال عدم صحت کا حامل ہے جو انھوں نے علامہ ابن نجیم کی کتاب الاشباہ کی **عبارۃ النوع الاول فی معرفة القواعد** یعنی اوّل قسم ان قواعد کے بیان میں ہے جن کی جانب جزئیات لوٹائی جاتی ہیں اور جن پر احکام کی تفریع کی جاتی ہے۔ وہ قواعد دراصل فقہ کے اُصول ہیں، جن کے جاننے سے فقیہ درجۂ اجتہاد کے درجے تک پہنچ جاتا ہے اور اس کی تفریح کی جاتی ہے۔ اگر چہ فتویٰ میں ہو اور میں ان قواعد کے بیش تر جزئیات کے جاننے میں کامیاب ہوگیا ہو۔ یہاں علامہ بیری نے پہلے مجتہد فی المذہب کی تعریف کی ہے۔ جو ہم ان کے حوالے سے پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ پھر انھوں نے لکھا ہے کہ اس عبارت میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ مصنف علامہ ابن نجیم کا فتویٰ اس مرتبے تک بلکہ اس سے کچھ اوپر تک پہنچ چکا ہے اور یہ حقیقت میں ان پر اللہ کا فضل ہے کہ وہ پوری واقفیت رکھنے والے حفّاظ میں سے تھے۔ علامہ بیری کی یہ عبارت اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس قسم کے بیشتر فروع

چاہنے میں علامہ ابن نجیم کی اس کامیابی سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ ان کو دلائل میں غور و فکر کرنے کی صلاحیت ہے۔ البحر الرائق میں ان کی اپنی عبارت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان کو یہ صلاحیت حاصل نہیں تھی اور مجتہد فی المذہب کے لیے ان صلاحیت کا ہونا شرط ہے۔ شرح عقود رسم المفتی فی المذہب کے لیے ان صلاحیت کا ہونا شرط ہے۔

شرح عقود رسم المفتی کی مذکورہ عبارت سے اس بات کا اظہار ہو جاتا ہے کہ علامہ ابن نجیم مصری اور ان جیسے حضرات مجتہد نہیں تھے، اگر چہ یہ لوگ فقہ کے اُصول وفروع کے حافظ تھے کیوں کہ ان لوگوں کو دلائل فرعیہ میں نظر اور غور و فکر کر کے کسی قول کو دوسرے قول پر ترجیح دینے کی صلاحیت حاصل نہیں تھی۔ اگر یہ لوگ اصحابِ ترجیح کے راجح قول کے خلاف دوسرے قول کو ترجیح دے دیں تو ان کی ترجیح قابلِ اعتبار نہیں اور لوگوں کے لیے ان کی تقلید کرنا جائز نہیں۔ جب ان بڑوں کی کیفیت یہ ہے کہ وہ درجۂ اجتہاد پر فائز نہیں۔ ان کے یہاں باب تقلید میں قول امام پر عمل لازم ہے۔ اُمورِ تقلید میں جمود کی کرشمہ سازیاں ہیں تو آج کے لوگ جو اُصول کے الف اور دلائل کے دال سے بھی واقفیت نہیں رکھتے وہ یہ کہیں کہ تقلید میں یہاں جمود نہیں ہے بلکہ اصحابِ تمیز و ترجیح کے راجح اقوال کے خلاف ترجیح دے دیتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ گویا دعویٰ اجتہاد کا کرتے ہیں تو دعویٰ لغو وعبث اور بیکار و باطل ہے۔ یہ دعویٰ غیر مقلدیت کی جانب اُٹھنے والا پہلا قدم ہے اور گمراہیت و ضلالت کا پیش خیمہ ہے۔ اگر ان حضرات کو عقلِ سلیم سے کچھ حصہ ملا ہوگا تو توبہ کر کے سوادِ اعظم کا دامن تھام لیں گے۔ اہلِ سنّت کے حدود میں شمولیت کے لیے دروازہ اتنا کشادہ ملے گا کہ ششدر رہ جائیں گے۔ مگر انا کے پجاری سے ایسا کب ممکن ہے۔ تکبر عزازیل را خار کرد۔

مجتہد کے چھ طبقات ہیں۔ اوّل طبقہ المجتہد فی الشرع کا ہے۔ جیسے ائمۂ اربعہ رضی اللہ عنہم جنہوں نے استنباط و استخراج کے اُصول وضوابط کو معارض وجود میں لایا۔ ائمۂ

اربعہ کے علاوہ بھی ایسے لوگ تھے مگر ان کا اُصول محفوظ نہیں رہا بلکہ مدوّن نہ ہونے کے باعث مفقود ہو گیا۔ اس لیے چار میں سے ایک کی تقلید واجب ہے اور اسی پر اُمت کا اتفاق و اجماع ہے۔ جو اس سے جدا ہوگا مستحق نار ہوگا۔ امام غزالی صاحبِ فتاویٰ حمادیہ، صاحبِ کشف، ملّا علی قاری، علامہ شامی، صاحب بحر الرائق، عبدالوہاب شعرانی، محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ دہلوی، علامہ طحطاوی، شاہ عبدالعزیز دہلوی، شیخ احمد، بحر العلوم عبدالکریم صاحب اور صاحبِ شرح وقایہ وغیر ہم نے فرمایا ہے: **ان هذه الفرقة الناجية المسماة باهل السنة والجماعت اجتمعت الليوم فى المذاهب الاربعه وهم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون ومن كان خارجا عن هذه المذاهب الاربعة فى هذا الزمان فهو من اهل البدعة والنار۔** (طحطاوی) مذکور اشخاص نے فرمایا کہ فرقۂ ناجیہ اہلِ سنّت و جماعت ہے، جو مذاہب اربعہ میں مجتمع ہیں اور وہ حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنبلیہ ہیں۔ اس زمانے میں جو مذاہب اربعہ (میں سے کسی ایک کی تقلید سے) خارج ہوگا وہ اہلِ بدعت اور صاحبِ نار ہے۔ دوم طبقہ المجتہد فی المذہب کا ہے۔ ایسے فقہا پر اس کا اطلاق کرتے ہیں جو اِن قواعد و اُصول میں مجتہدین فی الشرح میں سے کسی ایک یعنی امام اعظم، مالک، شافعی یا حنبلی کی تقلید کرتے ہیں اور انہی اُصول کی ضیا بار کرنوں میں مسائلِ شرعیہ فرعیہ کا خود استنباط کر سکتے ہیں۔ جیسے امام یوسف و محمد و ابن مبارک رحمہم اللہ تعالیٰ وغیر ہم۔ ایک بات ذہن نشین رہے ان کا استنباطی و استخراجی مسائل بھی قولِ امام کے زمرے میں شامل ہے۔ کسی مسئلہ میں امام کے کئی قول سامنے آتے ہیں۔ یہ حضرت جس کو اپناتے ہیں اس پر دلائل قرآن و احادیث اور اجماعِ اُمت سے ڈائریکٹ لاتے ہیں۔ اس کے باعث اس کو مجتہد فی المذہب سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہاں بھی قولِ امام سے اتفاق ہوتا۔ بادی النظر میں اس کو اختلاف سے روشناس کرایا جاتا ہے۔

درحقیقت اختلاف نہیں ہے، چونکہ ان کی نگاہ اصل دلائل پر ہوتی ہے، اس لیے مقلد محض نہیں کہا جاتا ہے۔ سوم طبقۃ المجتہد فی المسائل کا ہے۔ ان ائمہ کا اس میں شمار ہوتا ہے جو قواعد و مسائلِ فرعیہ دونوں میں مقلد ہوتے ہیں۔ مگر وہ مسائل جن کے متعلق ائمہ کرام کی تصریح نہیں ملتی اس کو قرآن و احادیث وغیرہ دلائل سے نکالنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور قولِ امام کو دلائل سے مزین کر دیتے ہیں۔ جیسے امام طحاوی، قاضی خان، شمس الائمہ سرخسی وغیرہم۔ چہارم طبقہ اصحابِ تخریج کا ہے۔ اس میں ان فقہا کو شامل مانا جاتا ہے جو اجتہاد تو بالکل نہیں کر سکتے ہیں البتہ ائمہ میں کسی کے مجمل قول کی تفصیل فرما سکتے ہیں۔ جیسے امام کرخی وغیرہ۔ پنجم طبقہ اصحابِ ترجیح کا ہے۔ اس میں وہ فقہا داخل ہیں جو امام صاحب کی چند روایات میں سے بعض کو ترجیح دے سکتے ہیں۔ یعنی اگر مسئلہ میں امام کے دو قول روایت میں آئیں تو ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دیں۔ وہ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح جہاں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف بادی النظر میں نظر آئے تو کسی ایک قول کو ترجیح دے سکتے ہیں۔ **ھذا اولیٰ یا ھذا اصح** وغیرہ کہہ کر جیسے صاحبِ قدوری اور صاحب ہدایہ وغیرہ۔ ششم طبقہ اصحابِ تمیز کا ہے۔ ایسے فقہا کو کہتے ہیں جو ظاہر مذہب او رروایاتِ نادرہ اسی طرح قولِ ضعیف اور قوی میں فرق کر سکتے ہیں کہ اقوال مردودہ اور روایاتِ ضعیفہ کو ترک کر دیں اور صحیح روایات اور معتبر قول کو لیں۔ جیسے صاحبِ کنز، صاحبِ درمختار وغیرہ جن میں ان چھے طبقات کے وصفوں میں سے کچھ نہ ہو، وہ مقلد محض ہے۔ جیسے اس کے بعد والے فقہا علامہ شامی خود کو اپنے زمانے کے تمام فقہا کو اسی میں شامل فرماتے ہیں۔ الّا ماشاء اللہ۔ ان پر لازم ہے کہ کتاب سے دیکھ کر قولِ راجح و مسائل کو نقل کر کے بتا دیں۔ (شامی بحث طبقت الفقہا، ج ۱، ۷۵ مطبوعہ کوئٹہ)

اب آج کے ان مدعیانِ بے حیا کو دیکھیں۔ کیا اس میں داخل ہو سکتے ہیں؟ ہرگز ہرگز طبقاتِ ستہ کے لائق نہیں ہو سکتے ہیں۔ تو ساتواں ثابت تو اس کے عدم جمود کا دعویٰ

باطل اور اہلِ بدعت و نار کا ہونا ثابت۔ اگر بنظر عمیق دیکھا جائے تو المجتہد فی المذہب کے ماسوا تقلید میں طبقاتِ ثالثہ سے ہی جمود پایا جاتا ہے۔ جن کی رسائی چھٹے طبقے میں بھی ممکن نہیں۔ جہاں نفس تقلید میں جمود ہے، تو طبقاتِ دوم کا دعویٰ پاگل پن کی علامت نہیں تو اور کیا ہوسکتا ہے۔ ایسے شخص مذکور کا ضال و مضل ہونا اظہر من الشمس ہے۔ طبقاتِ ستہ کے بعد علامہ ابن عابدین شامی نے شرح عقود رسم المفتی میں لکھا ہے: **السابقة طبقة المقلدین الذین لا یقدرون علی ما ذکر ولا یفرقون بین الفقه الثمین ولا یمیزون الشاعین الیمین بل یجمعون ما یجدون کحاطب لیل قالوا بل تو کلهم کحل الویل۔** (شامی، رسم المفتی)

فقہا کرام کا ساتواں طبقہ ان مقلدین کا ہے جو مذکورہ اُمور پر قدرت نہیں رکھتے ہیں۔ یہ کھوٹے اور قیمتی کے درمیان فرق نہیں کرتے ہیں۔ بائیں اور دائیں میں امتیاز نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ رات میں لکڑی چننے والے کی طرح ان تمام مسائل کو جمع کرتے ہیں، جو پاتے ہیں۔ پس ان لوگوں کے لیے کام ویل ہے، جنھوں نے ان کی تقلید کی۔ یعنی بے سوچے سمجھے ان کی بات مان لی۔ علامہ شامی کی مذکورہ عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ ساتویں طبقہ کے فقہائے کرام کی تقلید کرنا درست نہیں۔ چونکہ وہی خود مقلد محض ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا دعویٰ عدم جمود باطل ولغو اور عبث ہی قرار پائے گا، بلکہ اس کو موجودہ دَور میں گمراہیت اور فتنہ کا باعث سمجھا جائے گا۔ ان تفصیلات سے واضح ہوگیا کہ مقلد جو دعویٰ تقلید کرتا ہے اور پھر تقلید کو نشانۂ تنقید بناتا ہے دراصل مقلد نہیں۔ اس کا دعویٰ تقلید باطل ہے۔ حقیقت میں وہ غیر مقلد اور گمراہ ہے۔ بلکہ وہ بھی جو تقلید کے منکرین ہیں۔ تقلید کے بغیر چارہ نہیں۔ تقلید پر تنقید کرنے کا کسی کو حق نہیں۔ تقلید پر تنقید آیاتِ بینہ اور احادیث مبارکہ پر تنقید ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے: **اتبعوهم باحسان۔** اللہ ان لوگوں سے راضی ہے جو انصار و مہاجرین کی اتباع یعنی تقلید کرتے ہیں۔ **اهدنا**

الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم۔ یعنی انعام یافتہ ہی کے نقوشِ قدم صراطِ مستقیم ہیں اور اس کو اختیار کرنا ان کی ایک اعتبار سے تقلید کرنا ہے۔ **فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون**۔ جب جاننے والے سے پوچھے گا اور اس کی بات پر بلا دلیل عمل کرے گا، یہ اعتقاد کرتے ہوئے کہ دلائل پر گہری ہے۔ تو یہ بھی تقلید کے زمرے میں شامل ہے۔ **واولی الامر منکم**۔ **واتبع سبیل من اناب الی**۔ اس کے علاوہ اس طرح کی جتنی آیتیں ہیں ساری آیتوں سے تقلید کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ **اتبعوا سواد الاعظم ما انا علیه واصحابی**۔ **فتمسکوا السنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهدیتم** اور اس طرح کی جتنی احادیث ہیں سب تقلید کو ثابت کرتی ہیں۔ اس کے بعد اُمت کا تقلید کے وجوب پر اجماع و اتفاق ہے۔ قیاس بھی اس بات کا متقاضی ہے کہ تقلید واجب ہو۔ چونکہ ہر شخص ادلہ پر نگاہ رکھنے سے قاصر ہے۔ مقلدین محض کو اپنی رائے ناقص قائم کر کے تقلید سے آزادی کا حق حاصل نہیں۔ دورِ حاضر میں اہلِ خبیث کی علامت ہے جو اس علامت کو اپنائے گا وہ بدعتی و ناری ہوگا۔ اس پر توبہ لازم ہوگی۔ نہ کرے تو اس سے انقطاعِ تعلق کا حکم دیا جائے گا۔ **واللہ تعالیٰ اعلم ورسوله**۔

(8) ''زید'' کی جانب سے تقلید بیزاری کی ایک اور واضح مثال:

"اگر تم حنفی ہو تو بتاؤ کہ ان تینوں فقہی مذاہب حنفی، مالکی، شافعی کے پیرو کاروں میں کوئی اللہ کا ولی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو بتاؤ کسی ولی کی اقتدا میں نماز ہوگی یا نہیں؟

بتاؤ تم تضاد بیانی کے شکار نہیں ہو؟ زبان سے برحق مانتے ہو اور دل سے باطل قرار دیتے ہو، قولاً حق گردانتے ہو اور فعلاً اس کا بطلان کرتے ہو کیا یہ نفاق خفی نہیں؟"

کیا اس اقتباس میں تقلید جس پہ بارہ سو سال سے پاکان امت کا اجماع ہے اس سے انکار ہے یا نہیں؟ ایک حنفی اگر کسی دوسرے مسلک کے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھے تو کیا وہ چھپا ہوا منافق ہے؟ نیز تقلید شخصی کو نفاق خفی قرار دینا کیسا؟ حنفی مقلد شافعی امام کے پیچھے کب نماز پڑھ سکتا ہے اور کب نہیں؟

الجواب نمبر ۸: سوال مذکور کی عبارت ''اگر تم حنفی ہو تو بتاؤ کہ ان تینوں فقہی مذاہب حنبلی، مالکی، شافعی کے پیروکاروں میں کوئی اللہ کا ولی ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو بتاؤ کسی ولی کی اقتدا میں نماز ہوگی یا نہیں؟ بتاؤ تم تضاد بیانی کا شکار نہیں ہو۔ زبان سے برحق مانتے ہو اور دل سے باطل۔ یہ نفاقِ خفی نہیں ہے۔ یہ عبارت غیر مقلدیت کی جانب مشیر ہے۔ بدعت و گمراہیت پر دال ہے۔ بارہ سو سال کے اتفاقی و اجماعی مسائل اور تقلید شخصی کے وجوب سے کھلم کھلا بغاوت ہے۔ سوادِ اعظم کی اتباع سے انحراف ہے۔ جو اتباعِ سوادِ اعظم سے انحراف کرے حدیث کی روشنی میں وہ مستحق عتاب و عذاب و نار ہے۔ سوادِ اعظم پر نفاقِ خفی کا اطلاق ظلمِ عظیم اور جرمِ کبیر ہے۔ شخص مذکور کی اس جسارتِ بے جا سے واضح ہے کہ قائل گمراہ اور گمراہ گر ہے۔ بد بخت و بد باطن ہے اور جہالتِ مطلقہ کا حامل ہے۔ اس پر توبہ لازم ہے۔ عدم توبہ پر بائیکاٹ کرنا واجب ہے۔ دینی اُمور میں اس کے ساتھ مشارکت، موالات، مودت حرام حرام سخت حرام ہے، بلکہ دینی و دنیوی معاملات میں بھی اس کی مصاحبت سم قاتل، زہر ہلاہل، ایمانی زوال کا سبب اور جہاں ایمان کے رخصت ہونے کا گمان ہو اس سے اجتناب و احتراز واجب ہے۔ اس کا عکس حرام بلکہ تقلید شخصی کو نفاقِ خفی سے تعبیر کرنا آیت و احادیث کی تکذیب کو لازم ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے: **ثم اوحينا اليك ان اتبع ملة ابراهيم حنيفا وما كان من المشركين۔** (النساء، آیت ۳۸) پھر حکم کیا ہم نے تجھ پر کہ تابعداری کریں دین ابراہیم کی کہ دین راست پر تھا اور نہ تھا شرک کرنے والوں سے۔ اللہ نے خاص ملّتِ ابراہیم

کی اتباع کا حکم دیا، جس سے تقلید شخصی کے وجوب کا اثبات ہوجاتا ہے اور یہ حکم مسائل مجتہد فیہا میں ہے۔ تقلید شخصی ابراہیمی فرض تھی، ایسے ہی امام اعظم کی ہم پر واجب ہے۔ **والمراد بالاتباع فی الاصول والعقائد واکثر الفروعات دون الشرائع المبتدلة تبدیل الاعصار۔ انتھی مافی الجمل۔** (تفسیر کبیر، آیت نمبر ۸۳)

عبارۃ النص سے ملتِ ابراہیمی کے وجوبِ تقلید کا ثبوت روشن ہے۔ ثانیاً اشارۃ النص سے ثبوتِ تقلید شخصی کا اُمت پر ظاہر ہوجاتا ہے۔ دلالۃ النص سے ثابت کہ تقلید کسی امرِ غیر منصوص میں ایسے شخص کی لازم ہے جو پیشوا اس امر کا ہو۔ جیسے ابراہیم علیہ السلام رئیس الموحدین اور قدوۃ الاصولین تھے۔ **واذا جاء ھم امر من الامن او الخوف اذا عوابه ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمه الذین یستنبطونه منھم۔** (تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۳۷۹) **قوله الذین یستنبطونه منھم انھم طائفة من اولی الامر والتقدیر ولو ان المنافقین ردوہ الی الرسول واولی الامر لکان علمه حاصلا عند من یستنبط ھذہ الوقائع من اولی الامر وذلك لان اولی الامر فریقان بعضھم من یکون مستنبطا وبعضھم من لا یکون کذلك فقوله منھم یعنی لعلمه الذین یستنبطون المخفیات من طوائف اولی الامر۔** (تفسیر کبیر) چار کا مذہب مدوّن ہے، اس لیے انہی میں سے کسی ایک کی تقلید واجب ہے۔ **لان حکم الشاذ کالمعدوم** . ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید نہ کرنا ناروا اور ہر ایک کی آسان آسان مسئلے میں تقلید کرنا یا جب طبیعت چاہی تقلید الگ الگ امام کی کرلیا، دونوں صورت ناجائز وحرام البتہ ضرورتِ شرعی کے باعث جائز ہے۔ کبھی ایک کی کبھی دوسرے کی تقلید کرنا بھی باطل ہے۔ چونکہ آیت میں ابراہیم

علیہ السلام ہی کی تقلید واجب ہے، دوسرے انبیا کی نہیں۔ ربّ قدیر نے کبھی اس کی تقلید کرنے کا حکم نہیں دیا۔ یعنی کبھی ابراہیم علیہ السلام کی اور کبھی موسیٰ علیہ السلام کی تقلید کا حکم نہیں دیا۔ واضح ہوا کہ تقلید بلا تعیین غیر مشروع ہے۔ قاعدۂ کلیہ ہے کہ تبدل ملک تبدل عین کا موجب ہوتا ہے۔ اس کی نظیر حضرت بریرہ والی حدیث ہے۔ **لك صدقة لنا هدية**۔ قرآن میں دوسری جگہ ہے: **وقالوا كونوا هودا او نصارا تهتدا قل بل ملة ابراهيم**۔ (الروم، آیت نمبر ۳۰) **اى بل نتبع ملة ابراهيم**۔ عبدالوہاب شعرانی میزان میں لکھتے ہیں: **اما من لم يصل الى شهودا عين الشريعة الاولى وجب اليه التقليد بمذهب معين كما مر تقريره خوفا من الوقوع فى الضلالة وعليه عمل الناس**۔ (میزان الکبریٰ) علامہ شمس الدین قہستانی نے جامع الرموز میں لکھا ہے: **واعلم ان من جعل الحق متعددا اثبت للعامى الخيار من كل مذهب ما يهواه ومن جعل واحدا كعلمائنا الم العامى اماما واحدا كما فى الكشف فلو اخذ من كل مذهب مباحه صارفا سقاتا ما كما فى الشرح الطحاوى والفقيه سعيد بن مسعود فيجب فى المذاهب الصلابة اى اعتقاد كونه حقا وصوابا كما فى الجواهر ومشائخنا قالوا مذهبنا صواب يحتمل الخطا ومذهب غير فاخطأ يحتمل الصواب كما فى المصفى**۔ (جامع الرموز) واضح ہے کہ بارہ صدی سے اس بات پر اتفاق ہے کہ ائمۂ اربعہ میں سے ایک کی تقلید واجب ہے۔ اہلِ سنّت وجماعت انہی چاروں میں منحصر ہے۔ ان میں سے کسی ایک کی تقلید کے وجوب کا منکر جماعت سے خارج ہے اور جماعت سے خارجین کے لیے حدیث میں وعید وارد ہے: **اتبعوا سواد الاعظم من شذ شذ فى النار**۔ **(ترمذی) عن ابى هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم من الطاعة**

وفارق الجماعة فمات ميتة جاهلية۔ (مسلم شریف، ج ۲،ص ۱۲۷) **عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الشيطان ذئب الانسان كذئب الغنم يا خذ الشاة والقاصية والناحية واياكم والشحاب وعليكم بالجماعة والعامة۔** (رواہ احمد بحوالہ شیخ رحیم بخش دہلوی المقلب بمحمد مسعود نقش بندی، فتاویٰ مسعودیہ، ج ا،ص ۹۰ تا ۱۰۶) امام معین کی تقلید جو واجب ہے اس کو نفاقِ خفی اور مقلدین محض کو چھپا ہوا منافق کہنے والا گمراہ گمراہ گر بدعتی، فاسق اور اہلِ نار ہے۔ جیسا کہ صاحب فواتح الرحموت نے فرمایا: **يجب على العوام تقليد من تصدى بعلم الفقه لا الاعيان الالصحابة المحلين القول وعبد بمى ابن صلاح منع تقليد غير الائمة الاربعة الامام الهمام امام الائمة امامنا ابوحنيفة الكوفى والامام مالك و الامام الشافعي والامام احمد رحهم الله تعالىٰ وجزاهم عنا احسن الجزاء۔** (فواتح الرحموت ،ص ۶۲۹)

پھر تیسری صدی کے بعد ان ائمۂ اربعہ کے علاوہ کسی مجتہد مطلق کا تو ذکر کیا بلکہ مجتہد فی المذہب کا رتبہ بھی ختم ہو گیا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب الانصاف میں تصریح کردی کہ "**وانقرض المجتهد المطلق فقالوا اختتم بالائمة الاربعة حتى اوجبوا تقليد واحد من هو لاذ على الامة۔** (الانصاف، ۵۷) اب ہمارے زمانے میں جب علم ختم ہو رہا ہے، اہلِ علم کا قحط ہے، تو اس وقت کوئی اس میدان کا شہسوار بنے تو کیسے بنے کہ وہ ان شرائطِ اجتہاد کو حاصل نہیں کرسکتا، تو وہ مجتہد ہی نہیں ہو سکے گا۔ لہٰذا اب دروازۂ اجتہاد ہی بند ہو گیا تو اب جو اِن مذاہب اربعہ کا مقلد نہیں بنا وہ بلا شک گمراہ و بدعتی اور جہنمی ہے۔ علامہ سید احمد طحطاوی مصری حاشیۂ درمختار میں وضاحت فرماتے ہیں: **من شذ عن جمهور عن الفقه**

والعلم السواد الاعظم فقد شذ فیما یدخله فی النار فعلیکم معاشر المومنین باتباع الفرقة الناجیة المسماة باهل السنة وجماعة فان نصرة اللہ تعالیٰ وحفظه و توفیقه فی موافقتهم وخذلانه وسخطه فی مخالفتهم وهذه الطائفة الناجیة قد اجتمعت الیوم فی مذهب اربعة وهم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمهم اللہ تعالیٰ ومن کان خارجا عن هذه الاربعة فی هذا الزمان فهو اهل البدعة والنار۔ (حاشیہ درمختار بحوالہ طحطاوی، ج ۴، ص ۱۵۲) جو شخص جمہور اہلِ علم وفقہ اور سوادِ اعظم سے جدا ہو جائے وہ ایسی چیز کے ساتھ تنہا ہوا جو دوزخ میں لے جائے گی۔ تو اے گروہِ مسلمین! تم پر فرقۂ ناجیہ اہلِ سنّت و جماعت کی پیروی لازم ہے۔ اس کی مدد اس کا محافظ اور اس کی توفیق موافقت اہلِ سنّت میں ہے اور اس کو چھوڑ دینا، غضب فرمانا اور اس کو نشانہ بنانا سنیوں کی مخالفت میں ہے اور یہ نجات والا گروہ اب چار مذاہب میں مجتمع ہے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی۔ اللہ ان سب پر رحمت نازل فرمائے اور جو اِن چاروں مذاہب سے اس زمانے میں جدا ہوا اور باہر ہوا وہ بدعتی و گمراہ اور جہنمی ہے۔

ابن عبدالبر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ولم تخلف العلماء ان العامة علیها تقلید علمائها وانهم المرادون بقول عزوجل (فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ (النحل: ۴۳) واجمعوا علی ان الاعمیٰ لا بدله من تقلید غیره ممن یثق بمیزه بالقبلة اذا اشکلت علیه فکذالك من لا علم له ولا بصر بمعنی ما یدین به لا بدله من تقلید عالمه و کذالك لم یختلف العلماء ان العامة لا یجوز لها الفتیا وذلك واللہ اعلم لجهلها بالمعانی التی منها یجوز التحلیل والتحریم والقول فی العلم۔ اس معاملے علما کا کوئی اختلاف نہیں کہ عوام پر علما کی تقلید واجب ہے اور اس میں بھی کوئی

اختلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قول: **فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون**۔ (النحل: ۴۳) سے علما ہی مراد ہیں اوراس پر علما کا اِجماع ہے کہ اندھے آدمی پر جب قبلہ کا رخ مشتبہ ہو جائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ کسی ایسے شخص کی تقلید کرے جس پر قبلہ کے تمیز کرنے کا وثوق ہو۔ اسی طرح دین کے معاملے میں جس شخص کے اندر علم وبصیرت کا فقدان ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ عالم (مجتہد) کی تقلید کرے۔ ایسا ہی اہلِ علم کا اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ عام آدمی کے لیے فتویٰ دینا جائز نہیں۔ اس لیے کہ وہ ان حقائق سے واقف نہیں جن کے ذریعے حلال وحرام کرنا جائز ہوتا ہے یا ان کے ذریعے علم میں بحث وگفتگو کی جاتی ہے۔ (جامع العلم وفضلہ، ج۲،ص۹۸۸۔ تفسیر قرطبی، ج۱۱،ص۲۷۲۔ البحر المحیط فی اُصول الفقہ للزرکشی، ج۴،ص۵۶۶۔ التفسیر المنیر للزحیلی، ج۷،ص۲۱۔ التقلید والافتاء والاستفتاء، ج۱،ص۲۵۔ الخلاصۃ فی احکام الاجتھاد والتقلید، ج۲، ص۶۴۔ معالم اُصول الفقہ عند اہل السنۃ والجماعۃ للجیزانی، ج۱،ص۴۹۱)

امام الحرمین فرماتے ہیں: **اجمع المحققون علی ان العوام لیس لھم ان یتعلقوا بمذاھب اعیان الصحابۃ رضی اللہ عنہ بل علیھم ان یتبعوا مذاھب الائمۃ الذین سبروا ونظروا وبوبوا الابواب وذکروا اوضاع المسائل**۔ تمام محققین کا اس بات پر اجماع ہے کہ عوام کو مذہب صحابہ پر عمل نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان پر مذہب ائمۂ اربعہ کی اتباع واجب ہے، جنھوں نے احکام ومسائل کو گہرائی تک دیکھا اور ابواب میں منقسم کیا اور بتایا کہ وہ مسائل کہاں رکھے جائیں۔ (البرہان فی اُصول الفقہ، ج۲،ص۷۴۴)

ابن حجر مکّی فرماتے ہیں: **لا یجوز تقلید غیر الائمۃ الاربعۃ ای فی الفتوی ولحکم**۔ (ھدایۃ الموفقین، ص۶۶۔ فتاویٰ ابن صلاح، ج۱،ص۵۴۔ المجموع شرح المھذب للنووی، ج۱،ص۶۴)

ابن صلاح نے اس بات پر اجماع نقل کیا کہ قضا اور افتاء میں ائمۂ اربعہ کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں۔ مزید ابن حجر مکّی فرماتے ہیں: **اما فی زماننا فقال ائمتنا لا یجوز غیر الائمة الاربعة الشافعي و مالك وابی حنیفة**۔ اور امام احمد بن حنبل رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تقلید جائز نہیں۔ (فتح المبین فی شرح الاربعین، ص۱۹۶) اس کے علاوہ الاشباہ والنظائر، ج۱، ص۱۵۸ میں علامہ ابن نجیم کا یہی قول ہے۔ جامع التفسیر، ج۵، ص۵۴ میں غمز عیون البصائر، ج۲، ص۱۹۷ میں علامہ محمد ثناء اللہ العثمانی المظہری تفسیر مظہری ج۱، ص۸۱۵ میں یہی قول تھوڑا ترمیم کے ساتھ نقل فرماتے ہیں۔ تفسیراتِ احمدیہ، ص۳۴۶ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فیوض الحرمین، ص۶۴، ۶۵ میں نیز حجۃ اللہ البالغہ، ج۱، ص۳۳۲ میں عقد الجید مترجم ۲۹، عربی ۱۲ میں یہی قول نقل فرماتے ہیں۔ خوب خوب روشن ہوگیا کہ حق چار مذاہب میں منحصر ہے۔ آج کے زمانے میں اس کے علاوہ سب باطل ہے چار ہی کی تقلید واجب ہے۔ بالخصوص ان چار میں سے کسی ایک ہی امام متعین کی تقلید واجب ہے، جیسا کہ ملّا علی قاری الحنفی فرماتے ہیں: **وجب علیه حتماً ان یعین مذهبا من هذه المذاهب لما مذهب الشافعي فی جمع الفروع او مذهب مالك او مذهب ابی حنفیة رحمهم الله علیهم وغیرهم ولیس لهم ان ینتحل من مذهب الشافعي ما یهواه وعن مذهب غیره ما یرضاه لانّا لو جوّزنا ذالك لادی الی الخبط والخروج عن الضبط**۔ (تشییع الفقہا للملّا علی قاری) مقلد پر حتمی واجب ہے کہ ان مذاہب میں سے کسی ایک مذہب معین کو اختیار کرے۔ اگر امام شافعی کا مقلد ہے تو جملہ فروعی مسائل میں ان ہی کی تقلید کرے یا امام مالک و ابوحنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہم کا مقلد ہے تو جمیع مسائل فروعیہ میں ان کی تقلید کرے۔ ان کے لیے مناسب نہیں کہ مذہب شافعی علیہ الرحمہ سے جس کی وہ خواہش کرتا ہے اسے اپنا لے اور ان کے علاوہ دوسرے مذہب سے

جو اچھا لگے اس کو اختیار کرے۔ اگر ہم اس کو جائز قرار دیں تو یہ خبط کی طرف لے جائے گا اور قاعدۂ نظم وضبط سے خروج ہوگا۔ ان تمام عبارتوں کی روشنی میں ثابت ہوگیا کہ مذاہب چار ائمہ میں منحصر ہے۔ سوادِ اعظم اسی چار کے دامن میں سمٹی ہوئی ہے اور اُمت کا اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ اس کے خلاف وہی کلام کرے گا جو ضلالت کے قعرِ عمیق میں بھٹک رہا ہوگا۔ اور سارے علما و مشائخین مقلدین کو چھپا ہوا منافق کہنے کی جرأت و جسارت وہی کرے گا جو گمراہ و گمراہ گر ہوگا۔ نفاقِ خفی کا الزام عائد کرنے والا خود منافق قرار پائے گا۔ حنفی کی نماز شافعی، مالکی اور حنبلی امام کی اقتدا میں مختلف مسائل میں حنفیت کی رعایت کر لینے کے بعد ہو جاتی ہے اور برعکس بھی وہی حکم کا حامل ہے۔ جیسا کہ ردالمحتار میں ہے: **ذهب عامة مشائخنا الى الجواز اذا كان يحتاط فى موضع الخلاف والافلا والمعنى انه يجوز فى المراعى بلا كراهة وفى غيره معها۔** (ردالمحتار ماخوذ فتاویٰ اجملیہ، ج ۲، ص ۲۱۸۔ کتاب الصلوٰۃ باب الجماعت) اسی میں شرح منہیہ سے ناقل ہیں: **واما الا قتداء بالمخالف فى الفروع كالشافعى فيجوز ما لم يعلم منه ما يفسد الصلوٰة على اعتقادى المقتدى عليه الاجماع انما اختلف فى الكراهية۔** (فتاویٰ اجملیہ بحوالہ شرح منہیہ) مقتدی کے امام معین کے اختلافی مسائل میں صحت اقتدا اور صحت نماز کے لیے امام مسجد پر رعایت کرنا لابدی ہے۔ اگر ایسا نہیں کیا تو اقتدا و صلاۃ درست نہیں۔

جیسا کہ مذاہب اربعہ میں ہے: **من شروط الامامة ان تكون صلاة الامام صحيحة فى مذهب الماموم فلو صلى حنفى خلف الشافعى وسأل منه دم ولم يتوضأ بعده او صلى شافعى خلف حنفى لمس امرأة مثلا فصلاة الماموم باطلة لانه يرى بطلان صلوٰة امامه باتفاق الحنفية والشافعية۔** (مذاہب الاربعۃ، ج ۱، ص ۳۷۶) امامت کے شرائط

میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مقتدی کے مذہب کے مطابق امام کی نماز صحیح و درست ہو۔ مختلف فیہ مسائل میں رعایت نہ کرنے کی بنیاد پر مقتدی کے مذہب کے موافق بعض صورتوں میں امام کی نماز باطل ہوگی اور یہ بطلان مقتدی کے نزدیک ہوگی اور اس کی اقتدا میں پڑھی ہوئی نماز عبث قرار پائے گی۔ اب جس مذہب کا ولی ہوگا وہ ایسے مقامات پر اپنے امام کی تقلید کرتے ہوئے دوسرے مذاہب کی رعایت کرے گا تو ہر ایک مذہب والوں کی نماز بلا کراہت اس کے پیچھے جائز ہو جائے گی۔ اگر حق نہیں مانتا تو کسی صورت میں بھی اقتدا کو صحیح نہیں جانتا تو پھر نفاقِ خفی کا ذکر خود کی منافقت کا اظہار نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ شب خون مارنے کا یہ انداز کس قدر خطرناک ہے۔ آزاد خیالی، آوارہ گردی اور غیر مقلد بنانے کی ایک خطرناک مہم ہے۔ ہر مذہب میں کچھ آسانیاں ہیں اور کچھ سختیاں ہیں۔ امام معین کی تقلید جب کرتا ہے تو اسلام و شریعت کا وقار برقرار رہتا ہے۔ اس کے چھوڑنے اور ہر طرف منہ مارنے کی عادت ڈلوا دی جائے تو ہر مذہب سے آسانیاں لے کر عمل کرنا شروع کر دیا گیا اور مذہب کی حیثیت کو مفقود کر دے گا۔ تو ایک مذاق کے سوا اس کی کوئی حیثیت نہیں رہ جائے گی۔ مثلاً امام معین کی تقلید نہیں کرے گا بلکہ اپنے ہوائے نفس کے مطابق مذہب سے آسان مسئلہ پر عمل کرے گا تو اسلام ایک افسانہ بن کر رہ جائے گا۔ شاید مسئول عنہ کی یہی مرضی ہے۔ امام معین کی تقلید نہ کرنے میں جو خرابی لازم آتی ہے اس کی ایک جھلک کا دیدار کرا دوں۔ مثلاً کوئی بیوی سے صحبت کرے اور انزال نہ ہو تو امام اعظم کے نزدیک غیبوبت حشفہ کی بنیاد پر غسل فرض ہوگا۔ اس حالت میں نماز نہیں پڑھ سکتا۔ مصحف کو بغیر غلاف کے نہیں چھو سکتا۔ پڑھ لیا تو نماز باطل ہوگی مگر امام شافعی کے یہاں ایسا نہیں ہے۔ تو یہاں شافعیہ کے مسلک پر عمل کرے گا۔ شرم گاہ چھونے سے امام اعظم کے یہاں وضو نہیں جاتا، شافعیہ کے یہاں چلا جاتا ہے۔ یہاں مسلک حنفیہ پر عمل کرے گا۔ منی حنفیہ کے یہاں ناپاک ہے۔ شافعیہ کے یہاں ناپاک

نہیں۔ یہاں شافعیہ کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے منی لگے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھ لے گا۔ اس طرح بے شمار مسائل میں امام معین کے ترک سے انسان طبیعت کا پجاری بن کر رہ جائے گا۔ مفتی مطیع الرحمن مضطر صاحب پورنوی نے بھی کامل تحقیق کے بعد یہی لکھا کہ اگر ان مذاہب میں بیان شدہ حکم کو چھوڑ کر قرآن کی آیت یا حدیث کے ظاہر پر عمل کرنا شروع کردیں، اگر وہ ایسا کریں گے تو بلاشبہ گمرہی میں مبتلا ہوں گے۔ (ماہ نامہ اشرفیہ، دسمبر ۲۰۱۱ء۔ تقلید کی حقیقت اور اس کا شرعی حکم، ص ۱۱ بقیہ ۱۸ صفحہ پر)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ایسی حرکت یقیناً تقلید شخصی کے وجوب کا انکار ہے۔ امام معین کے مذہب کے پیروکار اقتدا ہی میں نماز ادا کرنی چاہیے۔ جو امام اپنے امام معین کی تقلید کرتے ہوئے دوسرے مذاہب کے مسائل استنباطیہ و استخراجیہ کی رعایت نہیں کرتا ہے اس کے پیچھے نماز نہ ادا کرنا ہی حق ہے۔ ایسی صورت میں عدم اقتدا کی بنیاد پر منافق کا اطلاق کرنا خود شخص مذکور یا مسئول عنہ کے منافق ہونے کی پہچان و شناخت ہے۔ اقتدا نہ کرنے والا مومن ہے، منافق نہیں۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ دوسرے مذاہب کے امام کے مقلدین کی اقتدا نہ کرنے والا قطعی منافق نہیں۔ تقلید شخصی کے وجوب پر تیسری صدی سے اُمت کا اِجماع چلا آرہا ہے اور بلا تعیین تقلید شخصی کا وجوب روزِ اوّل سے ہے۔ اس کو نفاقِ خفی سے تعبیر کرنے والا بدعتی و گمراہ اور فاسق ہے اور مستحق عتاب وعذاب و نار ہے۔ حنفی مقلد شافعی مقلدین کے پیچھے اس وقت نماز ادا کرسکتا ہے جب شافعی مقلدین حنفیت کے مسائل استخراجیہ و استنباطیہ کی رعایت کرلے ورنہ نہیں۔ مسائل کی رعایت کرتا ہے تو اس کی اقتدا صحیح ہے۔ رعایت نہیں کرتا تو اس کی اقتدا صحیح نہیں۔ البتہ اس طرح سے کلام کرنے والا یقیناً گمراہ، بدعتی اور جہنمی ہے۔ اس پر توبہ لازم ہے اور عدم توبہ پر اس کا بائیکاٹ واجب ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ۔**

(9) ''زید'' کی جانب سے تقلید سے تنفر و بیزاری کی ایک اور واضح مثال اس پیراگراف میں دیکھیے:

"جس طرح ایک عامی اور متوسط پر اپنے بڑے کا اتباع لازم ہے اسی طرح علمائے فحول اور مفتیان وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ خامہ تحقیق کو جیب سے باہر لائیں اور نئے دور میں نفاذ شریعت کے لیے قلم اٹھائیں۔ نہ کہ کورانہ تقلیدی روایت کو آگے بڑھانے، ممدوحین وقت کو خوش کرنے اور نفع عاجل سمیٹنے کے لیے۔"

علمائے فحول و مفتیان وقت کو نئے دور کے نئے سانچے میں ڈھل جانے کا مشورہ دینا، ان کے افعال پر نکتہ چینی کرنا، ان پر تملق و چاپلوسی کا الزام لگانا اور تقلید پر مضبوطی سے قائم رہنے کی پاداش میں ان کی تقلید کو کورانہ تقلید کہنا کیسا ہے؟

الجواب نمبر ۹: مسئول عنہ کا یہ کہنا کہ نئے دور میں نفاذِ شریعت کے لیے قلم اُٹھائیں نہ کہ کورانہ تقلیدی روایت کو آگے بڑھائیں۔ مسئول عنہ کے قول سے صاف ظاہر ہے کہ ہر مفتی اجتہاد کرے اور مجتہد مطلق بن بیٹھے۔ ائمۂ اربعہ کی تقلید کا قلادہ گردن سے نکال پھینکے۔ یہ کورانہ تقلید ہے۔ نئے زمانے میں نئے مجتہد کی ضرورت ہے۔ تاکہ نئے زمانے میں نئے نئے مسائل کا اپنی طبیعت کے مطابق استخراج کر کے ایک نئی شریعت کا نفاذ کرے۔ بلاشک وشبہ مسئول عنہ جاہل مطلق، فاسق منکر اجماع، بدعتی، ضال و مضل اور صاحبِ نار ہے۔ کامل طور پر نفس کا پرستار، خواہشات کا پجاری معلوم ہوتا ہے۔ اس کو اس زمانے کا دجّال و شیطانِ اعظم کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ الجواب نمبر ۸ پر اس کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

اجتہاد کے لیے جتنے علوم وفنون کی حاجت ہے آج کسی صاحبانِ جبہ و دستار میں موجود نہیں، تو ایک عام کو اجتہاد کا حکم دینا یقینا بدبختی کی علامت ہے۔ تقلید کو لفظ کورانہ سے تعبیر کرنا بھی خباثت قلبی کا شاخسانہ ہے۔ ائمۂ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے

کسی ایک کی فقہی تقلید دورِ حاضر میں جمہور اُمتِ مسلمہ کے لیے واجب ہے اور اس پر تیسری صدی سے اُمتِ مغفورہ کا اجماع چلا آرہا ہے۔ جو سوادِ اعظم ہے۔ جماعتِ حقہ اہلِ سنّت و جماعت کا مصداق ہے۔ ان کی تقلید سے آزاد ہونے کی وکالت کرنا مذہبی آوارگی اور گمرہی ہے۔ بلکہ احادیث و آیات کی تکذیب ہے۔ جس میں تقلید کرنے کا واضح حکم ملتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے: **وما کان المومنون نفروا کافۃ فلولا تضر من کل فرقۃ منہم طافۃ لیفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔** (توبہ۔ ۱۲۲) اس آیت سے تفقہ فی الدین کی فرضیت کا اثبات ہوتا ہے، لیکن فرضیت جمیع مسلمین پر نہیں ہے بلکہ عامۃ المسلمین کو اس فرضیت سے خارج کر دیا۔ حالانکہ حکم کے نفاذ میں عالم و عامی برابر ہیں، کوئی اس سے آزاد نہیں۔ مگر تفقہ فی الدین کا حکم بعض کو دیا گیا اور ان پر یہ ذمے داری عائد ہوئی کہ وہ اپنی قوم کو بتائیں اور ڈر سنائیں تا کہ مخالفت کی دیوار کھڑی نہ ہو۔ اس آیت میں واضح طور پر عامی کو فقہا کی بات ماننے اور اس پر عمل کرنے کا حکم ہو رہا ہے اور اسی کو عرفِ عام میں تقلید کہا جاتا ہے۔ جس کی فرضیت نصِ قطعی سے ثابت ہے۔ ایک مقام پر ہے: **اولی الامر منکم۔** صاحبِ امر کی اطاعت کرو۔ مفسّرین کی اکثریت نے اس سے مراد علما و فقہا ہی لیا ہے۔ **فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔** (الانبیاء، ۷) اے لوگو! اہلِ علم سے پوچھو جو کچھ تم نہیں جانتے۔ آقائے نعمت علیہ السلام کا فرمان ہے: **الا سألوا اذا لم یعلموا فان شفاء العمی السوال۔** نہیں جانتے تھے تو پوچھ کیوں نہیں لیا؟

عدم واقفیت کی شفا سوال ہی میں ہے عرف و اصطلاح میں پہلی قسم کے حضرات کو مجتہد مطلق اور دوسری قسم کے حضرات کو مقلّد کہا جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ تقلید دلیل کے بغیر مجتہد کی بات مان لینے کا نام نہیں بلکہ دلیل اجمالی کے ذریعے ماننے کا نام

تقلید ہے۔ کم سے کم ایک عامی کے ذہن میں اتنی بات تو آتی ہے کہ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں یا بتا رہے ہیں اُصولِ شرعیہ کی روشنی میں بتا رہے ہیں۔ قرآن و احادیث، اجماعِ اُمت اور قیاس شرعی سے ماخوذ ہے تو درحقیقت مجتہد کے قول کو ماننا قرآن و احادیث ہی کے ماننے کو مستلزم ہوا۔ چونکہ عامی قرآن و احادیث کو غیر مصرح مسائل کو قرآن و احادیث میں غور وفکر اور تدبّر و اجتہاد کر کے تفصیلی دلیلوں کے ساتھ استخراج و استنباط نہیں کر سکتے۔ یعنی اتنا علم نہیں کہ اجتہاد تک رسائی حاصل ہو سکے۔ ایسے اشخاص پر فرض ہے کہ وہ مجتہد کی تقلید کرتے ہوئے دینی احکام پر عمل پیرا ہوں۔ امام کے استخراج و استنباط کے مطابق ہی عمل کریں تو قرآن کی کوئی آیت یا حدیث ظاہرا مذہب مجتہد کے خلاف بھی معلوم ہو تو بھی ان پر فرض ہے کہ مجتہد کے استخراج و استنباط کردہ حکم پر ہی عمل کریں۔ یہ نہیں کہ اپنے فرائض سے روگردانی کرتے ہوئے مجتہد کے اجتہادی مسائل کو چھوڑ دیں۔ اگر ایسا کرتے ہیں تو وہ گمراہ ہیں۔ مثلاً قرآن میں ہے: **او ما ملکت ایمانکم**۔ (النساء، ۲۴) تم جن باندیوں کے مالک ہو وہ باندیاں تمہارے لیے حلال ہیں۔۔ اس آیت کے پیش نظر ان دو باندیوں سے جماع کرنے لگے جو آپس میں سگی بہنیں ہیں تو یقینا گمراہ ہوگا۔ کیوں کہ دو سگی بہنوں سے بیک وقت وطی کرنے کو قرآن نے حرام قرار دیا ہے۔ چاہے نکاح کے ذریعے ہو یا باندی بنا کر ہو۔ حکم عام ہے، جو بیوی و باندی دونوں کو شامل ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے: **لا تجمعوا بین الاختین**۔ (نساء: ۲۳) حرام ہے دو بہنوں کو اکٹھا کرنا۔

حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ **احلتھا آیۃ و حرمتھا آیۃ والتحریم اولیٰ**۔ ایک آیت ظاہرا حلت پر دال ہے اور دوسری آیت سے حرمت ثابت، تو حرام ہی مانا جائے گا۔ اسی طرح یہی آیت کریمہ "**او ما ملکت ایمانکم**" کو سامنے رکھ کر سوچے کہ جب مملوکہ باندیاں حلال ہیں تو چاہے فطری طور

پر مباشرت کی جائے یا غیر فطری طور پر کی جائے بہر صورت حلال ہوں گی اور غیر فطری طریقے سے صحبت کرنے لگے تو یقینا گمراہ ہوگا۔ دلائل استنباط سے عدم واقفیت کے بعد استخراج کا یہی نتیجہ سامنے آئے گا اور لوگ گمراہیت کے قعر عمیق میں چلے جائیں گے۔ جہاں سے واپسی دشوار تر ہوگی۔ اس لیے مجتہدین وائمہ کی تقلید واجب ہے۔

حدیث میں ہے: **من شرب الخمر فاجلدوہ۔ فان عاد فی الرابعة فاقتلوہ۔** جو شراب پیے اس کو کوڑے مارو۔ دوبارہ پیے تو دوبارہ کوڑے لگاؤ۔ تیسری مرتبہ پیے تو تیسری مرتبہ کوڑے لگاؤ۔ چوتھی مرتبہ پیے تو قتل کردو۔ اس حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے چوتھی بار شراب پینے والے کو قتل کا حکم دے دے تو یقینا گمراہ ہوگا۔ چونکہ اس بات پر اجماع کا قیام ہو چکا ہے کہ خواہ کتنی ہی بار شراب پیے گا تو کوڑا ہی لگایا جائے گا، قتل نہیں کیا جائے گا۔ ایک حدیث مسلم شریف میں کئی طرق سے مروی ہے کہ **جمع رسول اللہ صلی اللہ بین الظھر والعصر والمغرب و العشاء بالمدینة فی غیر خوف ولا سفر ولا مطر۔** (مسلم شریف، ج۱ص۲۴۶) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں کسی خوف، سفر اور بارش کے بغیر بھی جمع بین الصلو اتین کیا ہے۔ اس حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے بلا عذر گھر پر نماز ایک ہی وقت میں دو ملا کر پڑھنے کو جائز سمجھنے لگے اور عمل کرنے لگے تو یقینا گمراہ قرار دیا جائے گا۔ چونکہ ہر نماز اپنے وقت پر فرض ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے: **ان الصلوٰة کانت علی المومنین کتابا موقوتا۔** (نساء، ۱۰۳) بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔ یہ حدیث بھی ابن عباس ہی سے مروی ہے۔ **من جمع بین الصلاتین من غیر عذر فقد اتی بابا من ابواب الکبائر۔** (ترمذی، ج۱ص۴۸) جس نے بلا عذر دو نمازیں ایک ہی وقت میں پڑھ لیں، اس نے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کیا۔

اس کے بے شمار نظائر وامثال ہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مجتہد کی تقلید ترک

کرنے سے گمراہیت کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آسکتا ہے۔ اس مقام پر یہ بھی معلوم ہوا کہ تقلید کی دو قسمیں ہیں: تقلید شرعی، تقلید غیر شرعی۔۔

تقلید شرعی: غیر کے قول پر بحکم حجت شرعیہ عمل کرنے کو تقلید شرعی کہتے ہیں۔ اس کو تقلید عرفی بھی کہا جاتا ہے۔ بنظر عمیق دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ درحقیقت یہ تقلید ہی نہیں ہے، بلکہ عمل بالدلیل ہے۔ کیوں کہ غیر مجتہد کو مجتہد عادل کا قول ماننا اور اس پر عمل کرنا بحکم حجت شرعیہ ثابت ہے، تو درحقیقت یہ تقلید ہی نہیں ہے، بلکہ ماننے والے نے اس دلیل پر عمل کیا، جس دلیل کی روشنی میں اس کو مجتہد کا قول ماننا لابدی تھا۔

تقلید غیر شرعی: غیر کے قول پر بلا حجت شرعی عمل کرنا تقلید غیر شرعی کہلاتا ہے۔ اس کو تقلید حقیقی بھی کہتے ہیں۔ اُمتِ مسلمہ کا جس تقلید پر اجماع ہے وہ تقلید شرعی یا عرفی ہے، نہ کہ تقلید حقیقی و غیر شرعی۔ تقلید حقیقی غیر شرعی کو آج تک کسی نے واجب نہیں کہا۔ تقلید کی وضاحت کرتے ہوئے صاحبِ مسلم الثبوت لکھتے ہیں: **التقلید قبول قول الغیر بلا دلیل۔ بالعمل بقول الغیر من غیر حجۃ۔** کوئی برہان پوچھے بغیر کسی کے قول پر عمل کرنا جس کا مفہوم یہ ہے کہ عمل بالدلیل ہی ہے، البتہ مجتہد پر اعتماد ہے کہ ان کا استخراج دلیل شرعی کی بنیاد پر ہے۔ جیسا کہ خود مسلم الثبوت کی کامل عبارت سے واضح ہے۔ موصوف لکھتے ہیں: **التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجۃ کاخذ العامی والمجتھد من مثلہ فالرجوع الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم او الاجماع لیس منہ و کذا العامی الی المفتی والقاضی الی العدول لا یجاب البعض ذالك علیھا لکن العرف علی ان العامی مقلد المجتھد قال الامام و علیہ معظم الاصویین۔** غیر کے قول پر بلا حجت شرعیہ عمل کرنا تقلید ہے جیسے عامی یعنی غیر مجتہد کا اپنے جیسے عامی غیر مجتہد کے قول پر عمل کرنا۔ کیوں کہ عامی کا قول اصلا حجت نہیں۔ نہ اپنے لیے نہ غیر کے لیے۔ اسی طرح

مجتہد کا اپنے جیسے مجتہد کے قول پر عمل کرنا کیوں کہ وہ یعنی مجتہد خود اصل سے اخذ کرنے پر قادر ہوتا ہے۔ پس رجوع کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یا اجماع کی طرف تقلید نہیں۔ اسی طرح عامی غیر مجتہد کا مفتی مجتہد کی طرف رجوع کرنا اور قاضی کا گواہانِ عادل کی طرف رجوع کرنا اور ان کی بات پر عمل کرنا تقلید نہیں۔ کیوں کہ نص نے غیر مجتہد کو مجتہد کے قول پر اور قاضی کو گواہانِ عادل کے قول پر عمل کرنے کو واجب کیا ہے۔ پس یہ عمل بالدلیل ہوگا۔ اس کو تقلید شرعی اور عرفی کہتے ہیں۔ اس کا وجوب نص سے ثابت ہے۔ اس کی تکذیب نص کی تکذیب کو مستلزم ہے۔ دوسرا نص سے حرام ہے، جس کو تقلید غیر شرعی اور حقیقی کہتے ہیں۔

یہ ہے تقلید کی حقیقت۔ لیکن عرف اس پر ہے کہ عامی مجتہد کا مقلد ہے اور مجتہد کے قول پر بغیر اس کی دلیل تفصیلی کی معرفت کے عمل کرنا تقلید ہے۔ کہا امام نے اور اسی پر معظم اُصولیوں کا گروہ ہے۔ اب اس کو مسئول عنہ کا کورانہ کہنا اور آج کے مفتی جو ناقل ہیں، اس کو امام کے قول کو ترک کرنے جو دلیل شرعی سے ثابت امر ہے کا حکم دینا کتنی بڑی جرأت ہے، سو چا جا سکتا ہے۔

اوّل یہ بات ذہن نشین رہے قرآن و احادیث کے منصوصات سے جو احکام واضح ہیں اس میں کسی کی تقلید نہیں کی جاتی ہے بلکہ تقلید غیر منصوص میں کی جاتی ہے۔ مثلاً جو روایتیں مختلف ہیں اور آپس میں متعارض ہیں مجتہدین اپنے اجتہاد و استنباط کے ذریعے جس کو ترجیح دیتے ہیں، اس مسئلے میں ائمہ اربعہ میں سے ایک کی تقلید ہوتی ہے۔ اس کے بے غیر کوئی چارۂ کار نہیں۔ مثلاً رفع یدین اور عدم رفع یدین دونوں طرح کی حدیثیں موجود ہیں۔ قرآن کی تلاوت کے وقت خموشی کے ساتھ سماعت کا حکم ہے اور حدیث میں ہے کہ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی ہے۔ بیک وقت دونوں پر عمل ناممکن ہے۔ اس مقام پر اجتہاد کی ضرورت ہے۔ امام اعظم علیہ الرحمہ کے اجتہاد کے مطابق عدم رفع

یدین پر عمل ہوگا۔اب جولوگ عدم رفع یدین کوفالو کریں گے،اس کوامام کا مقلد اور حنفی کہا جائے گا۔جبکہ امام شافعی کے اجتہاد کے مطابق رفع یدین کیا جائے گا جو اس پر عمل پیرا ہوگا،اس کوامام شافعی کا مقلد اور شافعی کہا جائے گا۔اب مسئول عنہ دورِ حاضرہ کے مفتیوں سے کہتا ہے کہ کورانہ تقلید کوترک کر دیا جائے۔ نئے زمانے میں نئے اجتہاد کو رواج دیا جائے تو وہ کیا کریں گے،مگر رفع یدین کا حکم دیتے ہیں تو امام شافعی کی اتباع ہوگی۔عدم رفع یدین کا حکم دیتے تو حنفیت کہلائے گی۔اور یہ کورانہ تقلید ہوگا،ورنہ گمراہیت لازم آئے گی۔مثلاً ماڈرن مجتہد اگر یہ حکم دیتا ہے کہ ایک روز رفع یدین پر عمل کیا جائے اور ایک دن عدم رفع یدین پر۔تو دونوں قسم کی احادیث کی خلاف ورزی لازم آئے گی اور اُمت کے عمل متواتر کے خلاف ہوگا۔اوراسی کا نام گمراہیت ہے۔

اسی پر خلف امام فاتحہ کا پڑھنا یا نہ پڑھنے، ناف یا سینے کے نیچے ہاتھ باندھنے، سبیلین کے علاوہ سے خون بہہ کر موضع تطہیر کو تجاوز کر جانے کے بعد وضو وعدم وضو کو قیاس کرلیا جائے۔اس طرح ہزاروں مسائل ہیں۔ دوم: ایک نص کے دو مطلب ہوتے ہیں۔ایک کا تعین عمل کے لیے لازم ہے،جیسے قرآن میں ہے: **یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروع۔** لفظ قروع کا دو معنی ہے۔ایک طہر، دوسرا حیض۔امام شافعی اجتہاد کرتے ہوئے طہر مراد لیتے ہیں۔اورامام اعظم حیض۔دونوں میں سے کسی ایک پر عمل کرے گا تو تقلید ثابت ہوگی، اگر چھوڑ دیا تو گمراہیت مستلزم ہے۔ماڈرن مجتہد بعض حصہ حیض اور بعض حصہ طہر کا لے گا تو گمراہیت ہوگی۔چونکہ بیک وقت دونوں معنی مراد لینا باطل ہے۔ ایک ہی کا تعین ہوسکتا ہے۔دونوں کا نہیں،جیسے اس حدیث میں ہے: **امر بلال ان یشفع الاذان ویوتر الاقامہ... یوتر الاقامہ** سے ایتار کلماتی بھی مراد لیا جاسکتا ہے اور ایتار صوتی بھی۔جیسا کہ ائمہ نے مراد لیا ہے۔ائمۂ ثلاثہ نے ایتار کلماتی کا حکم دیا اورامام اعظم نے ایتار صوتی کا اور ماڈرن مجتہد اس کے خلاف کہے گا جب یہ سلسلہ

شروع ہوگا تو ہر ایک اپنی طبیعت کے مطابق توضیح کرے گا۔ اس طرح انتشار، آزاد خیالی اور آوارگی کا طوفانِ عظیم اُٹھ کھڑا ہوگا اور اجماع کے خلاف بھی لازم آئے گا اور مسئول عنہ اسی کا خوگر ہے۔

تیسرا وہ مسئلہ ہے جو منصوص نہیں۔ مثلاً مرد و عورت کے مادے ملا کر ٹیوب میں رکھا جائے۔ اس سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ ثابت النسب ہوگا یا نہیں؟ حلالی کہلائے گا یا حرامی؟ قرآن و احادیث، اجماعِ اُمت اور قیاسِ شرعی کے بحر ذخار میں ہر ایک غوطہ زنی کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے۔ اس کا فیصلہ کیسے ہوگا۔ کہنا پڑے گا کہ ایک غواصین و ماہرین غواصی و تدبر کے بعد جو حکم صادر کریں گے، سب لوگ اسی کی اتباع کریں گے ورنہ گمراہیت لازم آئے گی۔ ایسے مسئلہ میں ائمۂ اربعہ کے اُصول وضوابط کی رعایت یا تقلید کرتے ہوئے جو احکام صادر ہوتے ہیں، اس پر عمل کرنے کا نام ہی تقلید کہلاتا ہے۔ انھیں مسائل کے استخراج و استنباط کے بعد جو حکم بیان ہوتا ہے ائمۂ اربعہ میں سے کسی ایک کے وجوب تقلید پر اُمت کا اجماع ہے۔ ان حدود سے باہر نکلنے والے گمراہ و گمراہ گر ہیں۔ اور ان کا اس طرح کلام کرنا اجماعِ اُمت کی کھلی مخالفت اور غیر مقلدیت کو رواج دینا ہے۔ جو مسلکِ اہلِ سنّت سے کھلّم کھلاّ بغاوت کے مترادف ہے۔ ایسا شخص اگر اپنے کرتوتِ باطلہ، خیالاتِ فاسدہ اور نظریاتِ لغویہ سے توبہ نہ کرے تو اُمت پر اس کا بائیکاٹ لازم ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ**

(10) ''زید'' کی جانب سے علما پر اعتراض اور ان پر طعن وتشنیع کی ایک اور صریح مثال اس اقتباس میں دیکھیے:

"اپنی رائے اور خیال کو وحی ربانی سمجھنا سخت گمرہی ہے عصر حاضر میں اختلافی مسائل میں اصرار کا جو رویہ پیدا ہوا ہے وہ اسی وجہ سے کہ بعض افراد اپنی اجتہادی رائے

کوحرف قطعی اورسب کے لیے واجب التسلیم گمان کر بیٹھے، یہ بہت بڑی نادانی سخت گمرہی اور باعث افتراق امت ہے۔"

وہ علما جو اپنے اسلاف کی پرانی روش اور قدیم موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں ان کے اس انداز کو بڑی نادانی، سخت گمرہی اور باعث افتراق امت کہنا کیسا؟ قائل اور فکر ساز پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب نمبر ۱۰: مسئول عنہ کا یہ قول کہ اپنی رائے اور خیال کو وحیِ ربّانی سمجھنا سخت گمرہی ہے۔ عصر حاضر میں اختلافی مسائل میں اصرار کا جو رویہ پیدا ہوا ہے، وہ اسی وجہ سے ہے کہ بعض افراد اپنی اجتہادی رائے کو حرفِ قطعی اور سب کے لیے واجب التسلیم گمان کر بیٹھے۔ یہ بہت بڑی نادانی و سخت گمرہی اور باعثِ افتراقِ اُمت ہے۔ یقینا اگر کوئی اپنے خیال اور اپنی رائے کو وحیِ الٰہی تصور کرتا ہے تو سخت گمرہی بلکہ کفر ہے اور ایسے شخص کی تکفیر لازم ہے۔ جان بوجھ کر جو اس کی تکفیر نہ کرے وہ خود کافر قرار پائے گا۔ مسئول عنہ نے ایسے شخص پر شرعی حکم کا نفاذ کیا، اگر نہیں کیا تو مسئول عنہ پر کفر ثابت ہوتا ہے۔ چونکہ کافر کو کافر یقین کرنا ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ اس سے سکوت موجب کفر ہے۔ غیر خدا کے کلام کو ربّ لم یزل کے درجے میں رکھنا کلامِ الٰہی کی تنقیص کو مستلزم ہے۔ درمختار، ج ۳، ص ۳۱۰ میں ہے: **من هزل بلفظ كفر ارتد وان لم يعتقده لاستخفاف**۔ (درمختار) جو شخص لفظ کفر کے ذریعے مذاق کیا، وہ مرتد ہو گیا۔ اگر تخفیف کا اعتقاد نہیں ہے۔ شامی میں بحر الرائق کے حوالے سے ہے: **الحاصل ان من تكلم بكلمة الكفر هازلا اولاعبا كفر عند الكل ولا اعتبار باعتقاده كما صرح به فى الخانية**۔ (شامی، ج ۳، ص ۲۹۳)

حاصل کلام یہ ہے کہ جس شخص نے مذاق یا کھیل میں کلمۂ کفر زبان سے ادا کیا تو سب کے نزدیک کفر ہے۔ اس کے اعتقاد کا اعتبار نہیں ہوگا، جس کی صراحت خانیہ میں

ہے۔کسی مخلوق کو خدائے تعالیٰ پر کسی بھی چیز میں فضیلت دینا یا مساوی تصور کرنا یا مشارکت کا قائل ہونا یہ سب اُمور کفریہ ہیں۔فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ میں ہے:**لو قال لامراته انت احب الی من اللہ تعالیٰ یکفر کذا فی الخلاصة۔** (عالم گیری، ج۲،ص۲۵۹) اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تُو میرے نزدیک اللہ عزوجل سے زیادہ محبوب ہے،تو اس نے کفر کیا۔ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔حتیٰ کہ غیر خدا کو قیوم اور قیوم اوّل یا قیوم زماں کہنے اور لکھنے والے کو فقہائے اسلام نے کافر قرار دیا ہے۔جیسا کہ مجمع الانھر کے حوالے سے فتاویٰ رضویہ میں ہے: **اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصه بالخلق جل وعلا نحو القدوس والقیوم والرحمن وغیرها یکفر۔** (فتاویٰ رضویہ، ج۶،ص۱۹۶) اللہ عزوجل کے اسمامختصہ کا اطلاق اگر مخلوق پر کیا جائے،مثلاً قدّوس، قیوم اور رحمن وغیرہ کا تو کافر ہو جائے گا۔حدیقۂ ندیہ میں ہے: الاستخفاف بالشریفه کفر۔ (حدیقۂ ندیہ، ج۱،ص۲۹۹) غیر خدا کے کلام کو وحیِ ربّانی جاننا استخفاف ہے، اس لیے کفر ثابت ہوگا۔مسئول عنہ کے نزدیک جب ایسا ہے تو تکفیر کرنا لازم تھا۔اس نے سخت گمرہی کا قول نقل کیا۔گویا اس نے کفر و عذاب میں شک ہی نہیں بلکہ عدم کفر کا قول نقل کیا۔اس لیے خود کفر کے دائرے میں داخل ہوا۔اگر کفر کا حکم صادر کرتا تو شاید تجدیدِ ایمان و نکاح بعد توبہ کر کے اسلام کے حدود میں داخل ہو جاتا۔ایسا نہ کرکے گویا اس کے کفر پر راضی رہا اور فقہا فرماتے ہیں:**الرضا بالکفر کفر۔**شرح فقہ اکبر میں ہے:**کافر قال المسلم اعرض علی الاسلام فقال اذهب الی فلان العالم کفر لانه رضی ببقائه فی الکفر الی حین ملازمة العالم ولقائه۔** (شرح فقہ اکبر، ۲۱۸) کافر نے کسی مسلمان سے کہا: مجھ پر اسلام پیش کرو۔اس نے کہا: فلاں عالم کے پاس جا۔تو اُس نے کفر کیا۔کیوں کہ اس نے عالم کی ملازمت اور لقا تک اس کے کفر پر باقی رہنے سے راضی رہا۔مفتی اعظم فرماتے ہیں:

ومن المکفرات ایضا ان یرضی بالکفر ولو ضمنا کان یسألہ کافر یرید الاسلام ان یلقنہ کلمۃ الاسلام فلم یفعل او یقول لہ اصبر حتی افرغ من شغلی او خطبتی لو کان خطیبا ۔ (فتاویٰ مصطفویہ، ج۱، ص ۲۲)

ان حوالجات کی روشنی میں مسئول عنہ پر توبہ تجدید ایمان و نکاح و تجدید بیعت سب لازم ہے۔ اگر قانونِ اسلامیہ کے ماننے سے انحراف کرتا ہے تو اہلِ اسلام پر لازم ہے کہ اس سے اُس وقت تک سارے رشتے منقطع ہوں گے، جب تک کہ وہ توبہ نہ کرلے۔ دوم یہ ہے کہ اگر قائل اپنی رائے اور اپنے خیال کو وحیِ الٰہی نہیں سمجھتا۔ نہ ہی اس کو نص سے ثابت شدہ حکم کی مانند جانتا ہے۔ البتہ دلائل اقویٰ اور اسلاف کے عمل کے باعث اس پر استقامت اختیار کرتا ہے۔ جس کو مسئول عنہ وحیِ الٰہی، حرفِ قطعی کہہ کر قائل کی تضحیک و تنقیص کرتا ہے اور اسلام کے نقوشِ قدم سے دور کرنا چاہتا ہے، تو یہ خود ایک سخت گمرہی ہے۔ کیوں کہ سلف صالحین کے نقوشِ قدم پر چلنے کا حکم قرآن نے دیا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے: **واولی الامر منکم**۔ اور جو تم میں صاحبِ امر ہیں اس کی اطاعت کرو۔

ارشادِ باری ہے: **اھدنا الصراط المستقیم**۔ (الفاتحہ) اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ سیدھا راستہ کونسا؟ اس کی پہچان کیا ہے تو قرآن نے خود ہی اس کی جانب اشارہ کردیا: **صراط الذین انعمت علیھم**۔ جس راستے پر چلنے والے اللہ عزوجل کے انعام یافتگان ہیں۔ وہ کون لوگ ہیں جو منعم علیہم ہیں؟ قرآن نے اس کی بھی شناخت کرادی۔ **ومن یطیع اللہ والرسول فاؤلئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبین والصدیقین والشھداء والصالحین**۔ (النساء، ۶۹) جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہی لوگ ہیں جس پر اللہ نے انعام کیا ہے۔ وہ انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین کی جماعت ہے۔ کامل شناخت کرادی گئی کہ جو فرمودات خدا اور رسول کے مطابق چلتا ہے وہ

منعم علیہم ہے۔ اوّل انبیا کی جماعت ہے، جن کا عمل قانونِ الٰہیہ کے مطابق ہوتا ہے۔ دوسرے درجے پر صدّیقین کی جماعت ہے۔ تیسرے پر شہدا ہیں اور چوتھے پر صالحین ہیں۔ میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جان لیں کہ یہ اللہ کے نیک بندے ہیں۔ تو اس کے ڈگر پر چل پڑیں اور اس پر استقامت اختیار کریں۔ اس لیے کہ یہی صراطِ مستقیم ہے۔ صاحبِ قرطبی فرماتے ہیں: **واللفظ یعم کل صالح و شهید**۔ (قرطبی، ج۵، ص۱۷۶) صاحب بیضاوی فرماتے ہیں: **ان طریق المسلمین هو المشهود علیه بالاستقامت**۔ (بیضاوی، ج۱، ص۱۰) اوّل ذکر ہے: **ما انا علیه واصحابی**۔ (مشکوٰۃ ص۱۷۱) دوم ہے: **اتبعوا السواد الاعظم**۔ (مشکوٰۃ، باب الاعتصام، ص۱۷۴) سوم: **ید الله علی الجماعة ومن شذ شذ فی النار**۔ (جامع الترمذی، ج۲، ابواب الفتن) سلف صالحین کے نقوشِ قدم پر چلنا اور اس پر استقامت اختیار کرنا کتاب وسنّت پر عمل کرنے کے مترادف ہے۔ اس کو گمراہیت سے تعبیر کرنا گمراہ گروں کی پہچان وعلامت ہے۔ مختلف مسائل میں اصرار کی وجہ یہی ہے۔ کیونکہ مسلکِ جمہور پر فتویٰ ہوتا ہے اور یہ جماعت ہے۔ جماعت کے ساتھ اللہ ہے، جو اس سے انحراف کرتا ہے حدیث کے مطابق وہ مستحق نار ہوتا ہے۔ کیونکہ ارشادِ رسول ہے: **لا تجتمع اُمتی علی الضلالة**۔ اقلیت کے مقابلے میں اکثریت کا عمل اقویٰ ہوتا ہے اور یہی قابلِ قبول بھی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اکثریت نے جس کو قبول نہیں کیا، اُس پر عمل گمراہیت کے مترادف ہے۔ نادانی وگمراہیت تو وہ ہے کہ جماعت سے الگ اپنی دو اینٹ کی مسجد تعمیر کی جائے۔ مسئول عنہ نے جس کو افتراقِ اُمت سے تعبیر کیا ہے جب ماضی میں دیکھتے ہیں تو اتحاد واتفاق نظر آتا ہے۔ افتراقِ اُمت کا باعث تو یہ ہے کہ اتفاقی مسائل سے گریز کرتے ہوئے الگ الگ حکم بیان کیا جائے اور ہوائے نفس کا غلام بن جایا جائے۔ بلا شک وشبہ مسئول عنہ گمراہ وگمراہ گر ہے۔ اس پر ان اقوالِ شنیعہ وحرکاتِ

قبیحہ سے توبہ لازم ہے، ورنہ اُمتِ مسلمہ پر مسئول عنہ کا بائیکاٹ لازم ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم و رسولہ۔**

(11) آج مسلمانوں میں بنام اسلام بہت سے فرقے ہو گئے ہیں ان میں جہاں سب کی اپنی الگ پہچان ہے وہیں سنیت کا بھی اپنا الگ نشان ہے، مگر نشان و پہچان مٹا کر سب کو یکساں مان لینے کی مذموم تحریک ''زید'' کی جانب منسوب اس پیراگراف میں موجود ہے:

"عصر حاضر کے مسلمانوں میں ایک برا تخیل یہ پیدا ہوگیا ہے کہ مسلمانوں میں"سنیت" کی تلاش کی جاتی ہے جبکہ ہونا یہ چاہیے کہ جو شخص بھی اہل قبلہ ہو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو، جب تک اس میں گمرہی کی علامات نہ پائی جائیں اسے سنی ہی سمجھا جائے، اس لیے کہ اصل سنیت ہے، اس لیے اس کے ثبوت کے لیے دلیل کی حاجت نہیں۔''

کیا اپنے آپ کو جو بھی مسلمان کہے اس کو مسلمان سمجھ لیا جائے گا؟ یا اس کی تحریر و تقریر وغیرہ کے قابل اعتراض جملوں کا محاسبہ کر کے فیصلہ کیا جائے گا؟ اور کیا سنیت جو اصل اسلام و روح دین ہے آخرت کی نجات کی ضامن ہے اس کے ثبوت کے لیے دلیل کی حاجت نہیں؟ نیز دلیل کی تلاش کو برا تخیل کہنا کیسا؟

الجواب نمبر 11: مسئول عنہ کا یہ کہنا کہ عصر حاضر کے مسلمانوں میں ایک بُرا تخیل یہ پیدا ہوگیا ہے کہ مسلمانوں میں سنّیت تلاش کی جاتی ہے، جب کہ ہونا یہ چاہیے کہ جو شخص بھی اہلِ قبلہ ہو، اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو .... جب تک اس میں گمراہی کی علامت نہ پائی جائیں، اسے سنّی سمجھا جائے۔ اس لیے کہ اصل سنّیت ہے اس کے ثبوت کے لیے دلیل کی حاجت نہیں۔ مسئول عنہ کا یہ قول گمراہیت و ضلالت کی جانب مشیر ہے۔ ارشادِ

ربّانی ہے: **ومن الناس من یقول آمنا باللہ وبالیوم الآخروما ہم بمؤمنین۔** (سورہ بقرہ) بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لائے، حالانکہ وہ صاحبِ ایمان نہیں۔ مقامِ غور ہے سنّیت اصل ہے، دلیل کی حاجت نہیں۔ دعویٰ اسلام مسلمان ہونے کے لیے کافی ہے۔ یہاں دعویٰ موجود ہے، اس کے باوجود ربّ فرما رہا ہے مومن نہیں۔ بڑی سنجیدگی کے ساتھ سوچنے کی ضرورت ہے۔ **آمنّا** کہنے والے افراد و اشخاص کو قرآنِ حکیم حکم دیتا ہے وہ سب مومن نہیں۔ واضح ہوگیا کہ اسلامی عقائدِ حقّہ کے لیے کسوٹی کی حاجت ہے۔ ایمان کی بھی جانچ ہے۔ اس کے لیے بھی شرائط ہیں اور شرائط معتبر بھی ہیں۔ بلکہ شرائط کی جلوہ نمائیاں ہر جگہ ہے۔ مثلاً ارشادِ سید الانس والجان ہے: **لا تقبل الصلوٰۃ الا بطیور۔ الوضوء مفتاح الصلوٰۃ۔۔ الصلوٰۃ مفتاح الجنۃ۔** علاوہ **لا یومن احدکم حتی اکون احبّ الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔** (بخاری) **لا ایمان لمن لا محبۃ لہ۔** (الحدیث) کسی کو مومن کامل ماننے کے لیے جائزہ لینا پڑے گا کہ اس کے قلوب و اذہان نورِ عشق و محبت سے کس قدر تجلّی بار ہے۔ صرف دعوے کی بنیاد پر تسلیم کرنا اور تسلیم کرنے کی دعوت دینا زوالِ ایمان کا سبب بن سکتا ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے: ان الدین عند اللہ الاسلام۔ (آلِ عمران: ۱۹) یقیناً اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔ دین کا معنی لغت میں ہے: مذہب وملت۔ (مصباح اللغات) دین اصطلاح میں نام ہے۔ **ہو وضع الٰہی سائق لذوی العقول باختیارہم المحمود الی الخیر بالذات ہو یشتمل العقائد والاعمال ویطلق علی کل دین۔** (نورالانوار، ص ۳) **الدین وضع الٰہی یدعوا اصحاب العقول الی قبول ما ہو عند الرسول** ۔(کتاب التعریفات، ص ۴۷) **ان الدین منسوب الی اللہ تعالیٰ۔** (حوالہ مذکور، ص ۵۵) عام ہے۔ اس کا اطلاق تمام انبیا کے لائے ہوئے قوانین و اُصول پر ہوتا ہے،

لیکن لفظ اسلام کا اضافہ ہوا تا کہ تمام دین خارج ہو جائے اور دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک شانِ امتیازی پیدا ہو جائے۔ اب سوائے اسلام کے کوئی دین مقبول نہیں۔ اس لیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت موسیٰ بھی ہوتے تو ان پر میری اتباع لازم ہوتی۔ دورِ حاضر میں کوئی دین کا دعویٰ کرے تو اس کے دین دار ہونے کے لیے کافی نہ ہوگا، بلکہ اسلام کی کسوٹی پر رکھ کر پرکھا جائے گا۔ اس کے اندر اسلام تلاش کیا جائے گا۔ ملا تو دین دار، ورنہ نہیں۔ مسئول عنہ کا اس کو بُرا تخیل سے تعبیر کرنا مسئول عنہ کی کج روی و کج فہمی اور کج فکری و ضلالت و گمراہیت کو آشکارا کرتا ہے۔ اولاً قرآن نے مسلمانوں پر لفظ مسلمین کا اطلاق کیا۔ ارشادِ باری ہے: **هو سمكم المسلمين من قبل وفى هذا**۔ (حج،۷۸) ظاہری علامات نماز و دیگر ارکان کی بجا آوری کو قرار دیا گیا۔ صدرِ اسلام میں صرف کلمہ پڑھ لیا تو اس کا ایمان والا تسلیم کیا جاتا تھا۔ کلمہ کی تلاوت ایمان کی کسوٹی تھی۔ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو بیت المقدس کو اپنا قبلہ بنایا۔ اس کے بعد قبلہ بدل گیا تو اہلِ ایمان کی شناخت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرمانِ عالی شان سے پیدا فرمائی: **من صل صلوتنا واكل ذبيحنا واستقبل قبلتنا فذالك المسلم**۔ (المسلم) جس نے ہماری طرح نماز ادا کی اور ہمارے جیسا ذبیحہ کھایا اور ہمارے قبلہ کا استقبال کیا، تو وہ مسلم ہے۔ معلوم ہوا کہ اب کلمہ پڑھ لینا صاحبِ ایمان ہونے کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ تلاش کرنا ہوگا کہ نماز شریعت کے مطابق ادا کرتا ہے کہ نہیں۔ اُصولِ اسلام کے مطابق جانوروں کو ذبح کر کے اس کا ذبیحہ کھاتا ہے کہ نہیں اور نماز میں کعبہ کو اپنا قبلہ بناتا ہے کہ نہیں۔ اگر ایسا کرتا ہے تو مسلمان کہا جائے گا ورنہ نہیں۔ فقط دعویٰ اسلام شناخت کے بغیر مسلمان ہونے کو کافی نہیں ہوگا۔ وجہ یہ تھی کہ یہود و نصاریٰ کی عبادتوں کا شاخسانہ ناقوس اور طاؤس و رُباب پر تھا۔ مابہ الامتیاز کے لیے شرط لگا دی گئی تو اس شرط کو تلاش کرنے کی ضرورت پڑی۔ ان

لوگوں کے ذبیحہ کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ ذکوۃ شرعی کے حامل نہ تھے، اس لیے مسلمان ہونے کے لیے کلمہ کے ساتھ ساتھ ذکوۃ شرعی والے ذبیحہ کو شرط قرار دے دیا گیا۔ ان لوگوں کا قبلہ بیت المقدس تھا، اسلام کا کعبہ ہوا۔ یہ بھی مسلمان ہونے کے شرائط میں شامل ہوگیا۔ اس حدیث کا واضح مطلب عبادت کی صحت و ذبیحہ کا ذکوۃ شرعی کے مطابق ہونا اور کعبہ کا قبلہ ہونا اہلِ ایمان کی شناخت بن گئی۔ ان تینوں چیزوں کا جائزہ لیا جائے گا، تب کسی کو مسلمان تسلیم کیا جائے۔ فقط دعویٰ مسلمان ہونے کے لیے کافی نہ ہوگا۔ منافقین نے جب اس منظر کو دیکھا تو نماز میں شریک ہونے لگے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ لوگ ذبیحہ میں ذکوۃ شرعی کا بھی اہتمام کرنے لگے ہوں گے۔ ان اُمور کے بجا لانے کا مقصد یہ تھا کہ اہلِ ایمان کا اعتماد حاصل ہوجائے اور شرائط پر عمل مسلمان ماننے پر مجبور کردے تاکہ بڑے آرام سے اسلام کا بخیہ اُدھیڑ سکیں۔ لیکن اس کا راز فاش ہوگیا۔ اللہ کا فرمان نازل ہوا جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: **ما كان الله ليذر المؤمنين على ما انتم حتى يميز الخبيث من الطيب**۔ (آل عمران، ۱۷۹) اللہ مسلمانوں کو اس حال پر نہیں چھوڑے گا جس پر تم ہو، جب تک جدا نہ کردے گندے کو ستھرے سے۔ مومن و منافق کی اصطلاح کا ورود ہوا۔ منافق اہلِ قبلہ تھے۔ ذبیحۂ شرعی ہی کا اہتمام کرتے تھے کعبہ کو قبلہ عملی طور پر تسلیم کررہے تھے۔ شرائطِ مذکورہ پر کامل طور پر عمل پیرا تھے۔ اس کے باوجود مسلمان نہیں مانا گیا۔ بلکہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی سے باہر کردیا اور منادی کرادی گئی کہ آج کے بعد کوئی منافق ہماری مسجد میں قدم نہ رکھے۔ واضح ہوگیا کہ مسلمان ہونے کے لیے اب فقط اہلِ قبلہ ہونا کافی نہ رہا۔ بلکہ مسلمان ماننے کے لیے تحقیق کی ضرورت پڑے گی کہ ضروریاتِ دین کا قائل ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو مسلمان ورنہ نہیں۔ احادیث میں کئی علامات کا ذکر مذکور ہے۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **آیت الایمان حبّ الانصار روایۃ النفاق**

بغض الانصار۔ (بخاری، ج۱ص۷) دعویٰ اسلام اور اہلِ قبلہ ہونے کے باوجود دیکھا جائے گا کہ قبیلۂ انصار سے محبت کرتا ہے یا عداوت رکھتا ہے۔ محبت کے آثار تلاش کیے جائیں گے۔ اس تعلق سے سوال ہوگا اسلام کو اصل مان کر مسلمان تسلیم نہیں کیا جائے گا بلکہ علامات کے بعد خود ہی فیصلہ ہوجائے کہ کون ہے اور کیا ہے؟ حدیث میں ہے **آیۃ المنافق ثلث اذا حدث کذب واذا وعدا خلف واذ اؤ تمن خان**۔ (بخاری، ج۱ص۱۵) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ثلثه ومبعین ملة کلهم فی النار الا ملة واحدة**۔ صحابہ نے نشانی کے بارے میں سوال کیا، جس کے ذریعے تہتر کی پہچان ہو۔ **تعرف الاشیاء باضدادھا** کے پیش نظر ایک جنتی کے بارے میں دریافت کیا تاکہ اس کے توسّل سے بہتر جہنمی کی شناخت ہوجائے، چونکہ اشیا کی شناخت اس کی صد سے ہوجایا کرتی ہے۔ جس سے واضح ہوجاتا ہے دعویٰ کسی چیز کے ماننے کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ دعویٰ کے ساتھ ثبوتِ دعویٰ کا ہونا بھی ضروری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت تہتّر ملتوں میں بٹ جائے گی، سوائے ایک ملّت کے سب کے سب جہنمی ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا: **قالوا من ھی یارسول اللہ۔ قال ما انا علیه و اصحابی**۔ (جامع ترمذی، کتاب الفتن، حدیث نمبر ۲۶۴۱) اس کے سوا سُنن ابی داؤد کتاب السنۃ، سنن ابن ماجہ کتاب الفتن و دیگر کتب احادیث وتفاسیر میں موجود ہے اور ایک روایت **وھی الجماعة** کا لفظ مذکور ہے۔ رحمتِ عالم نے نشانی بتائی کہ جو میرے اور میرے صحابہ کے راستے پر ہوگا۔ دیکھنا پڑے گا کہ کس کا عقیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے کے مطابق ہے اور کون صحابی کے موافق عقیدہ رکھتا ہے۔ اس کسوٹی پر جو کھرا اُترے گا وہی دائرۂ اسلام میں داخل مانا جائے گا۔ اگر دعویٰ کافی ہوتا تو ان نشانیوں کو بتانے کی حاجت نہ ہوتی۔ ثابت ہوگیا کہ علامات تلاش کرنے کی

حاجت ہے۔ منکرین کوۃ کے زمانے میں یہی لفظ وجہٗ امتیاز بنا۔ اس وقت لوگ زکوۃ سے متعلق سوال کرتے ہوں گے۔ اثبات میں جواب پر اپنا مانتے ہوں گے، ورنہ صفوں سے باہر کردیتے ہوں گے۔ تیسرا موڑ ایسا آیا کہ لوگوں نے شیخین کی فضیلت پر کلام کیا۔ بعض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعن وطعن شروع کردیا۔ لعن وطعن کرنے والا خارجی تھا اور اصحابِ ثلاثہ کی تنقیص کرنے والا رافضی تھا۔ اس وقت دونوں اسلام کے دعوے دار تھے۔ اہلِ قبلہ بھی تھے۔ نماز ایک طرح کی ہی تھی۔ کعبہ ہی قبلہ تھا۔ احترامِ قبلہ دونوں جگہ یکساں تھا۔ زکوٰۃ کے حاملین تھے۔ **ما انا علیه واصحابی** کے مدّعی بھی تھے۔ جب ایسی صورت پیدا ہوئی تو شناخت میں مزید اضافہ ہوا اور تفضیل الشیخین حقانیت اسلام کی پہچان بنی۔ گویا اس زمانے میں اس بات کا لحاظ یقینا کیا جاتا ہوگا اور اس پہچان کی تلاش کی جاتی ہوگی۔ لوگ مدعیانِ اسلام سے تحقیق کرتے ہوں گے کہ یہ تفضیل الشیخین کا قائل ہے یا نہیں؟ صرف دعویٰ کے تسلیم کر لینے کی بات فضول معلوم ہوتی ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو شناخت لانے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ بعینہ حب الختنین اور جواز علی المسح الخفین کا معاملہ بھی ہے۔ اسی طرح نئے نئے اصطلاحات کے اطلاقات کا بھی معاملہ ہے۔ جب امام اعظم کے زمانے میں لوگوں نے پوچھا ہوگا تو امام اعظم نے جواب دیا ہوگا، جیسا ہدایہ کے حاشیہ پر ہے: **هو ان یفضل الشیخین یعنی ابابکر و عمر علی سائر الصحابة وان یحب الختنین یعنی عثمان و علی و ان یری المسح علی الخفین۔** (حاشیہ ہدایہ اولین، ۵۷) اس مقام پر **ان یری** کا لفظ قابلِ غور ہے کہ دیکھے خف پر مسح کرتا ہے یا نہیں۔ اگر کرتا ہے تو اپنا ہے ورنہ نہیں۔ دعویٰ کی بنیاد پر اپنا نہیں مانا گیا، بلکہ دلیل و شناخت کو دیکھ کر اپنا ماننے کا حکم دیا گیا۔ معرکۂ کربلا کے بعد حسینی و یزیدی کی اصطلاح سامنے آئی یعنی امام حسین سے متعلق خیال کا سوال ہوگا۔ جب اثبات و اقرار کے قائلین میں پائیں گے تب اپنا مانا جائے گا ورنہ نہیں۔ جب کہ

یزیدی بھی اہلِ قبلہ تھے مگر اپنا نہیں مانا گیا۔ بلکہ امام احمد بن حنبل نے تو یزید کی تکفیر کی۔ قرآن کے مخلوق و غیر مخلوق کے زمانے میں حقانیت کو تلاش کرنے کی ضرورت در پیش آئی اور مابعد کے دامن اصطلاح میں ماقبل کی جلوہ نمائیاں رہیں۔ مابعد کو مان لیا تو ماقبل کو مان لیا ورنہ نہیں۔ اس کے بعد لفظ اہلِ سنّت و جماعت کی اصطلاح کی جلوہ گری ہوئی تو مسئول عنہ کا سنّیت کو اصل بتانا اور دلیل کی حاجت نہ کہنا بھی علم سے بالکل نابلد اور کورا ہونے کی دلیل ہے۔ جب کہ ہر قدم پر دلائل و آیات کی ضرورت ہے۔ یقیناً اسلام کے ثبوت کے لیے دلائل کی ضرورت ہے اور بلا شک و شبہ تقریر۔ تحریر اور مشکوک خیالات کا محاسبہ کیا جائے گا۔ مسئول عنہ کی بات بفرضِ محال تسلیم کر لی جائے تو ذرا بتائیں جن جن لوگوں نے قادیانی کی تکفیر کی ہے اس کے بارے میں کیا خیال ہے، وہ بھی اہلِ قبلہ ہے۔ دیابنہ، سلفیہ، مودودیہ، تبلیغیہ، منہاجیہ صلح کلیہ سب کو مسلمان تسلیم کرنا پڑے گا۔ جب کہ اسی میں بعض عقائد کفریہ قطعیہ کے حاملین ہیں اور بعض مداہنت میں مبتلا ہیں۔ مسئول عنہ بھی قادیانی کے مسلمان ہونے کا قائل نہیں ہوگا۔ واضح ہوگیا کہ مسئول عنہ بھی نشان تلاش کرتا ہے کہ خاتمیتِ نبوت کا قائل ہے یا نہیں؟ جب منکرین خاتمیت نبوت بھی ظاہرا اہلِ قبلہ ہیں۔ مسئول عنہ خود ہی اپنے قول کا کاذب ہے۔ علامات نہ تلاش کرنے کی وجہ سے کتنے کا ایمان زائل ہوگیا۔ مثلاً اشرف علی تھانوی سنّی بن کر کانپور میں رہا اور لوگوں کا ایمان برباد کیا۔ اوّل غلام احمد قادیانی بھی خود کو سنّی ہی کہلواتا رہا۔ دیابنہ، سلفیہ، مودودیہ آج بھی اہلِ سنّت کے دعوے دار ہیں۔ بلکہ اپنے ہم جماعت کے علاوہ دوسرے کو سنّی ہی نہیں مانتے ہیں۔ کیا اس دعویٰ کی بنیاد پر ان کو سنّی تسلیم کر لیا جائے؟ مسئول عنہ کا یہی مقصد معلوم ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو مسئول عنہ سنّیت کے نام پر ایک ناسور ہے۔ اہلِ سنّت کے لیے ایک عظیم خطرہ ہے۔ اس کو اچھی طرح معلوم ہے کہ باطل تقیہ بازی میں مہارت رکھتا ہے۔ ہر دَور میں تقیہ بازی اس کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ دورِ

صلاح الدین ایوبی میں عیسائیت نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلامی معاشرے کو برباد کیا۔ خارجی ورافضی نے اپنے اپنے دور میں یہی گل کھلایا۔ ابن سبا کا یہی وطیرہ رہا۔ اس لیے ہر دور میں تفریقی اصطلاح معرضِ وجود میں آتی رہی۔ خلاصہ یہ ہے مسئول عنہ کج فکری، صلح کلیت بلکہ گمراہیت کا حامل معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے اہلِ اسلام کو اس سے اور اس طرح کے دوسرے گمراہ گروں سے اجتناب لازم ہے۔ اگر مسئول عنہ ایسا نہیں ہے تو اس کو چاہیے کہ توبہ کرے اور علی الاعلان اس فکرِ باطل سے اپنی برأت کا اظہار کرے۔ توبہ رجوع الی الخالق کا نام ہے، نہ کہ رجوع الی الخلق کا، توبہ سے قبل اس کی صحبت سے بچنا لازم ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ۔**

(12) ''زید'' کی جانب منسوب کچھ عجوبہ اشعار:

1 - حامدومحمود واحمد کون ہے ماسوائے حق محمد کون ہے

2 - خود محمد حامد و محمود ہے خود محمد ساجد و مسجود ہے

3 - کس کو بھیجا اس نے یہ سوچو ذرا ماسوائے ذات جب کوئی نہ تھا

4 - ذات واجب آپ ہے جلوہ نما نور کے پردے میں بے چون وچرا

5 - شکل احمد میں ہے متشکل احد ہر تجلی میں ہے متجلی صمد

6 - مشرک است آنکہ نہ خواندایں سبق درو جود احمدی موجود حق

7 - کفرواسلام کی سرحد سے الگ دور کہیں اک دنیا محبت کی بسائے کوئی

کفر واسلام کے علاوہ وہ دنیا کونسی ہے؟ پیش کردہ یہ اشعار شریعت کی زد میں ہیں کہ نہیں یا کن اشعار میں تاویل کی گنجائش ہے اور کن میں نہیں؟ جن میں تاویل کی گنجائش نہیں ہے ان اشعار پر کیا شرعی حکم نافذ ہوگا؟

الجواب نمبر ۱۲ : جن اشعار سے متعلق سوال ہے وہ الحاد ودہریت کے فروغ کا

ضامن اور موجب کفر یا کم سے کم موہم کفر سے خارج نہیں۔ مثلاً شاعر کہتا ہے ؎

حامد و محمود و احمد کون ہے   ماسوائے حق محمد کون ہے

شعر مذکور کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ ایک ہی ذات حامد بھی ہے، محمود بھی ہے اور احمد و محمد بھی ہے۔ اور یہی حق یعنی خدا ہے۔ خرابی یہ لازم آتی ہے کہ قرآن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظ عبد کا اطلاق کیا ہے اور بشر کا بھی اطلاق ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے: **سبحان الّذی اسریٰ بعبدہ**۔ دوسرے مقام پر ہے: **قل انما انا بشر**۔ عبد کا اطلاق جسم و روح پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ جلالین کے حاشیہ پر ہے: **فان العبد اسم للروح والجسد جمیعا**۔ (جلالین، حاشیہ الاسریٰ، ۲۲۸) عبد جسم و روح کے مجموعے کا نام ہے۔ اس صورت میں خداوند قدوس کا مرکب اور جسم ہونا لازم آتا ہے، جب کہ صوفیۃ الصافیہ کا عقیدہ ہے: خدا ذات واحدہ بسیطہ کا نام ہے۔ (ملّا حسن)

اور ماسوائے ابن تیمیہ کے جمیع اُمت مسلمہ خدا کے عدم جسم کے قائل ہیں اور اس پر اتفاق و اجماع ہے۔ کیوں کہ جسم کے لیے مکان، ترکیب، حرکت، سکون، انتقال اور استقرار لازم ہے۔ جیسا کہ ''کتاب الاسماء والصفات'' میں مذکور ہے۔ **ان اللہ تعالیٰ لا مکان لہ ولا مرکب وان الحرکۃ والسکون والانتقال والاستقرار من صفات الاجسام واللہ تعالیٰ احد، صمد لیس کمثلہ شیٔ**۔ (کتاب الاسماء والصفات، ج ۲، ۱۹۴) بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے نہ مکان ہے، نہ کوئی چیز ایسی جس پر سوار ہو، اور بے شک حرکت اور سکون اور مٹنا ٹھہرنا یہ جسم کی صفتیں ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ احد و صمد ہے۔ کوئی شئے اس سے مشابہت نہیں رکھتی۔ بحر الرائق اور عالم گیری میں ہے: **یکفر باثبات المکان للہ تعالیٰ**۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب السیر الباب التاسع، ج ۲، ۲۵۹) اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ماننے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔

قاضی خان میں ہے: **رجل قال خدائے بر آسمان می داند زمن چیزے**

ندارم یکون کفر الان اللہ تعالیٰ منزہ عن المکان۔ (فتاویٰ قاضی خان، باب یکون کفرا من المسلم، ج ۴، ص ۸۸۴) کسی نے کہا خدا آسمان پر جانتا ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں، کافر ہو گیا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے۔ خلاصہ میں ہے: **لو قال نرد بان بنه و بآسمان بر آئے و با خدا جنگ کن یکفر لانه اثبت المکان لله تعالیٰ۔** (خلاصۃ الفتاویٰ کتاب الفاظ الکفر، فصل ۲، جنس ۲، ج ۴، ۳۸۴) اگر کوئی کہے نیزہ لے آسمان پر جا اور خدا سے جنگ کر، تو کافر ہو جائے گا۔ کیوں کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے مکان مانا۔ اللہ عز وجل کا محتاج ہونا، ممکن ہونا، محاط ہونا، تحت فوق ویسیر اور امام وخلف کا ہونا بھی لازم آتا ہے جہات ستہ میں محصور ومحدود ہونا بھی لازم آئے گا اور خداوند قدوس کی ذات اس سے بہت بلند ہے بلکہ مذکور باتیں ان کے حق میں محال ہیں۔ اللہ قدیم ہے، جیسا کہ المعتقد والمنتقد میں ہے: **ومنه انه قدیم لا اول له اعالم یسبق وجوده عدم ولیس تحت لفظ القدیم معنی فی حق الله تعالیٰ سوی اثبات وجود و نفی عدم سابق فلا تظن ان القدم معنی زائد علی الذات القدیمة فلیزلم ان تقول ان ذلك المعنی ایضاً قدیم بقدم زائد علیه وتسلسل الی غیر نهایة ومعنی القدم فی حقه تعالیٰ ای امتناع سبق العدم علیه هو معنی کونه ازلیا ولیس بمعنی تطاول الزمان فان ذلك وصف للمحدثات کما فی قوله تعالیٰ۔ کالعرجون القدیم۔** (المعتقد المنتقد، ۱۸)

منہج الروض الا الزھر میں ہے: فی منح الروض الازھر فی شرح الفقہ الا کبر للقاری صفحہ ۱۵ پر ہے: **لا یشبه شیئا من الاشیاء من خلقه ای مخلوقاته عر هذا لانه تعالیٰ واجب الوجود لذاته وما سواه ممکن الوجود فی حد ذاته فواجب الوجود هو الصمد للغنی الذی لا یفتقر الی شئی ویحتاج**

کل ممکن الیه فی ایجادہ وامدادہ قال اللہ تعالیٰ۔ واللہ الغنی وانتم الفقراء ۔ اسی میں ہے: **ای المستغنی عن کل احد والمحتاج الیہ کل احد**۔ (منح الروض ر۴۴)

ان تمام اُمور میں سے کسی ایک کو بھی ذاتِ خدا کے لیے تسلیم کیا گیا یا اس کی قدامت میں شک وتردد کا شکار ہوا تو اس کا قائل کافر ہوتا ہے اور اس کی تکفیر واجب ہوجاتی ہے۔ شعر مذکور عقائد اسلامیہ کے ظاہراً بالکل خلاف ہے، بلکہ کفریات کا مخزن ہے۔ خفیف سے خفیف تاویل بھی کی جائے تو بھی موہم کفر کو مستلزم ہے، لہٰذا شاعر پر توبہ لازم ہے اور بر بنائے احتیاط تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح اور تجدیدِ بیعت کا بھی حکم ہوگا۔ حالانکہ تاویل سے ایسے مقام پر منع وارد ہے۔ **قال فی شرح المواقف فالحق التوقف مع القطع بانہ لیس کاستواء الاجسام اقول وھذا مذھب السلف وفیہ السلامۃ والسرار**۔ دوسرا شعر ہے

خود محمد ساجد و مسجود ہے ‏ ‏ ‏ خود محمد حامد و محمود ہے

شعر اوّل سوالیہ تھا، شعر ثانی اس کا جواب ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ساجد بھی ہے اور وہی ذات مسجود بھی ہے۔ بلکہ تیسرے شعر نے مفہوم کے اندر تاویل کے دروازے کو بھی بالکلیہ بند کردیا ہے۔

کس کو بھیجا اُس نے یہ سوچو ذرا
ماسوائے ذات جب کوئی نہ تھا

پانچواں شعر ہے ؎

شکل احمد میں ہے متشکل احد ‏ ‏ ‏ ہر تجلی میں ہے متجلی صمد

اس مقام پر متشکل سے مراد ظہور لیا جائے اور متجلی بھی اسی معنی کر استعمال کیا جائے تو صحیح و درست ہوتا ہے، کیوں کہ تمام مخلوقات مظاہر الٰہیہ ہیں جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث

دہلوی علیہ الرحمہ نے مدارج النبوت، ج ۲ کا خاتمہ میں فرمایا ہے کہ انبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام مظہر صفاتِ الٰہیہ ہیں اور عام مخلوق مظہر اسماءِ الٰہیہ ہیں۔ وسید کل مظہر ذات حق است وظہور حق درو ے بالذات است۔ (معارف التصوف، ۱۰۸، بحوالہ مدارج النبوۃ)

محدث بریلوی اس کی وضاحت فرماتے ہیں: اسماء مظہر صفات میں اور صفات مظہر ذات اور مظہر کا مظہر، مظہر ہے، اگرچہ بواسطہ یا لوسائط شیخ کا کلام مظہر ذات بلا واسطہ میں ہے۔ وہ نہیں مگر حضور مظہر اوّل صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لفظ دیکھیے کہ ظہورِ حق درو ے بالذات است یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں حق کا ظہور بالذات ہے۔

(الملفوظ، ج ۱، ص ۱۴۶/۱۴۹ تخریج شدہ)

محقق علی الاطلاق ایک مقام پر فرماتے ہیں: انھوں نے ان صفات اور خود وجود کی دو قسمیں کیں۔ (۱) حقیقی ذاتی کہ متجلی کے لیے خاص ہے (۲) اور ظلی عطائی کہ ظلال کے لیے ہے۔ اس کے تحت محدث بریلوی وضاحت فرماتے ہیں: حاشا یہ تقسیم اشتراک معنی بلکہ محض موافقت فی اللفظ۔ یہ ہے حق حقیقت وعین معرفت **واللہ الحمد**۔ (فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج ۴/۱۴۱، ۶۴۴ پوربندر)

ایک مقام پر محدث بریلوی کلام نفسی کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وانما المذہب ما علیہ ائمۃ السلف ان کلام اللہ تعالیٰ واحد لا تعدد فیہ اصلا لم ینفصل ول ینفصل عن الرحمن ولم یحل فی قلب ولا لسان ولا اوراق ولا آذان و مع ذل لیس المحفوظ فی صدورنا الا ہو ولا المتلو بافواھنا الا ہو ولا المکتوب فی مصاحفنا الا ہو ولا المسوع باسماعنا لا ہو لا یحل لاحد یقول بحدوث المحفوظ المتلو المکتوب المسوع انما الحادث نحن وحفظنا و السنا وتلاوتنا وایدینا کتابتنا وآذاننا وسماعتنا والقرآن القدیم القائم بذاتہ

تعالیٰ هو المتجلی علی قلوبنا بکسوة المضوم والستنا بصورة المنطوق ومصاحفنا بلباس المنقوش وآذاننا بزی المسموع فهو المفهوم المنطوق المنقوش المسموع لا شئی آخر غیره والا علیه وذلك من دون وان یکون له انفصال عن الله سبحانه وتعالیٰ او اتصال بالحوادث او حلول فی شئی مما ذکر و کیف یحل القدیم فی الحادث ولا وجود للحادث مع القدیم انما الوجود للقدیم وللحادث منه اضافه لتکریم و معلوم ان تعدد التجلی لا یقتضی تعدد المتجلی۔ (المعتمد المستند / ۳۵) وقد فصل و حقق الامام احمد رضا هذه المسألة فی رسالة "انوار المنان فی توحید القرآن" وقال فی آخره ۲۷۱۱۷۰، ۔ و ذلك قول ائمتنا السلف ان القرآن واحد حقیقی ازلی وهو المتجلی فی جمیع المجالی، لیس علی قدمه مجوتها اثر ولا علی وحدته بکثرتها ضرر ولا لغیره فیها عین ولا اثر القرأة والکتابة والحفظ والسمع ولا لسن والبنان والقلوب والاذان کلها حوادث عرضة المغیار والمقروع المکتوب المحفوظ المسموع هو القرآن القدیم حقیقة وحقا لیس فی الدار غیره دیار والعجب انه لم یحل فیها وتم تخل عه ولم یتصل بها ولم تین منه وهذا هو السر الذی لا یفهمه لا العارفون۔ (انوار المنان فی توحید القرآن)

لیکن اگر شاعر نے حلول و اتحاد کے معنی میں مستعمل کیا ہے تو یہ کفر صریح ہے اور قائل پر توبہ، تجدید نکاح، تجدید ایمان و ارادت لازم ہے، جیسا کہ شعب الایمان میں ہے: "وهو المتعال عن الحدود والجهات والاقطار والغایات، المستغنی عن الاماکن والا زمان لا تناله الحاجات ولا تمسه

المنافع والمضرات ولا تلحقه اللذات ولا الدواعی ولا الشهوات لا یجوز علیه شئی مما جاز علی المحدثات فدل علی حدوثها وادناه انه لا یجوز علیه الحرکة ولا السکون والاجتماع ولافتراق والمحاذاة والمقابلة والمماسة والمحاورة ولا قیام شئی حادث به ولا بطلان صفة ازلیة عنه ولا یصح علیه العدم۔ (فی شعب الایمان، باب فی الایمان باللہ عزوجل فصل فی معرفة اسماء اللہ وصفاته، ج ۱، ۱۱۳)

شرح المواقف میں ہے: انه تعالٰی لیس فی جهته من الجهات ولا فی مکا من الامکنة۔ (شرح المواقف، ج۸، ص ۲۲) انه تعالٰی لیس فی زمان ای لیس وجوده وجود از مانیا۔ (شرح المواقف، ج۸، ۳۱) طریقة اهل السنة ان العالم حادث والصانع قدیم متصف بصفات قدیمة لیت غیه ولا غیره واحد لا شبهة له ولا ضد له ولا ند له ولا نهایة له ولا صورة ولا حد ولا یحل فی شئی ولا یقوم به حادث ولا یصح علیه الحرکة والانتقال ولا الجهل ولا الکذب ولا النقص وانه یری فی الآخرة۔ (شرح المواقف المقصد الاول، ج۸، ۲۲)

شرح المقاصد المبحث الثامن من حکم المومن، ج۳، ص ۴۶۴، ۴۶۵ وفی المعتقد المنتقد، ۴۶ھ۔ ولما ثبت انتفاء الجسمیة ثبت انتفاء لوازمها فلیس سبحانه بذی لون ولا رائحة ولا صورة ولا شکل۔

چونکہ ایسے اشعار موہم کفر ہوتے ہیں۔ اس لیے عوام کے سامنے پڑھنا، اس کا شائع کرنا، اس کو سنانا سب حرام، حرام اشد حرام ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم ورسوله۔**

الجواب: کفر و اسلام کی سرحد سے الگ دور کہیں اک نئی دنیا محبت کی بسائے کوئی

(دیوان بوسعید، خضر راہ، ستمبر ۱۴)

یہ سوال مذکور کے ساتھ ان کا شعر ہے جو کفر صریح پر دال ہے۔ جس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس شعر سے نصِ قطعی کا صریح انکار لازم آتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے: (۱) **ومن یشاقق الرسول من بعد ما بین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی ونصله جهنم وسائت مصیرا۔** (النساء، ۱۱۵) اور جو رسول کے خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی۔ (۲) **ووصی بها ابراهیم بنیه ویعقوب یبنی ان اصطفیٰ لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون۔** (البقرہ: ۱/ ۱۳۳) اور اسی دین کی وصیت کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے کہ اے میرے بیٹو بے شک اللہ نے یہ دین تمہارے لیے چن لیا، تو نہ مرنا مگر مسلمان (۳) **ربّنا واجعلنا مسلمین لك ومن ذریتنا امة مسلمة لك۔** (البقرہ: ۱۲۸) اے رب ہمارے اور کر ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والا اور ہماری اولاد میں سے ایک اُمت تیری فرماں بردار۔ (۴) **یایها الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافة ولا تتبعوا خطوات الشیطن انه لکم عدو مبین۔** (البقرہ: ۲/ ۲۰۸) اے ایمان والو اسلام میں پورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (۵) **ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وهو فی الآخرة من الخاسرین۔** (آلِ عمران: ۸۵) جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں میں ہوگا۔ (۶) **کیف یهدی الله قوما کفروا بعد ایمانهم۔** (آلِ عمران: ۸۵) کیونکہ اللہ ایسی قوم کی ہدایت چاہے جو ایمان لاکر کافر ہوگئے۔ (۷) **ان الدین عند الله الاسلام۔** (آلِ عمران/ ۱۹) بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔ (۸) **انا**

اول المسلمین۔ (الانعام/ ۱۶۴) اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ (۹) **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔** (مائدہ: ۳) تمہارے لیے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔ (۱۰) **وان هذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیله۔** (الانعام/ ۱۵۴) یہ ہے میرا سیدھا راستہ تو اس پر چلو اور راہیں نہ چلو کہ تمہیں اس کی راہ سے جدا کردیں گی۔ (۱۱) **ولقد انزلنا آیة بینت وما یکفر بها الا الفسقون۔** (البقرہ/۹۹) اور بے شک ہم نے تمہاری طرف روشن آیتیں اُتاریں اور ان کے منکر نہ ہوں گے مگر فاسق لوگ۔

شعر مذکور میں مکمل اسلام کا انکار ہے، اور مذہب اسلام کو عدم محبت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیوں کہ اس کا ضد کفر ہے۔ ایک نوعیت سے اسلام سے بیزاری ونفرت کا اظہار ہے اور اس سے الگ ہوجانے کی خواہش کا انکشاف ہے اور اسلام وشرائع اسلام کا انکار موجب کفر ہے۔ آیاتِ بینات کا تفسیر کی روشنی میں تجزیہ کرتے ہیں۔

(۱) **ومن یشاقق ویخافوا الرسول فیما جاء به من الحق له الهدیٰ۔ ظهر له الحق بالمعجزات ویتبع۔ طریقا۔ غیر سبیل المومنین ای طریقهم الذی هم علیه من الدین بان یکفر۔ نوله ما یولی نجعله والیا لما تولاہ من الضلال بان نخلق بینه وبیه فی الدنیا۔ ونصله فدخله فی الآخرة جهنم لیحترق فیها وساء ت مصیرا۔ مرجعا هی۔** صاحبِ ترمذی نے ایک باب باندھا ہے۔ **ماجاء به النبی صلی الله علیه وسلم۔** (ترمذی) جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ لائیں ہیں اس کو مان لینے کا نام اسلام ہے۔ اس کی نفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے

ہوئے جمیع اُمور کی نفی کو مستلزم ہے۔ کیوں کہ اسلام اعتقادو احکام کے مجموعے کا نام ہے۔ اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے حق کی مخالفت ہے اور اس کو عدم محبت سے تعبیر کرنا گویا اسلام کو دہشت گردی، ٹریرزم، امان و امان کو خلل انداز ہونے والا مذہب قرار دیا جا رہا ہے۔ ایسا عقیدہ و نظریہ موجب کفر ہے۔ **اهدنا الصراط المستقیم** کے تحت صاحبِ قرطبی فرماتے ہیں: **الصراط المستقیم طریق الحج و هذا خاص والعموم اوفی کما قال الفضیل ابن عیاض قال محمد ابن الحنفیة فی قوله عزوجل "اهدنا الصراط المستقیم" هو دین الله لا یقبل من للعباد من غیره وقال عاصم فقلت للحسن ان ابالعالیة یقول الصراط رسول الله صلی الله علیه وسلم وصاحباه۔** (تفسیر قرطبی)

ایک قول یہ ہے کہ صراطِ مستقیم سے مراد اللہ کا دین ہے۔ اور اللہ کے دین کا نام اسلام ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ان الدین عند الله الاسلام۔** اس سے بیزارگی و انحراف اور عدم حبّ سے تعبیر کرنا کفر و ارتداد کا موجب ہے۔ صاحب بیضاوی فرماتے ہیں: **والمستقیم الستوی والمراد به طریق الحق وقیل هو ملة الاسلام۔** (بیضاوی، ۱۰) مزید علامہ بیضاوی فرماتے ہیں: **ان طریق المسلمین هو المشهور علیه بالاستقامة۔** (بیضاوی، ج۱/ ۱۰) **ان الطریق المسلمین ما یکون طریق المومنین۔** (بیضاوی، ج ۱/ ۱۰) جس کی تائید **و یتبع غیر سبیل المؤمنین** سے ہوتی ہے۔ مذکورہ عبارت سے شعر مذکور کا کفر صریح ہونا واضح ہے۔ (۲) **لکم الدین۔ دین الاسلام۔ وانتم مسلمون۔ نهی عن ترك الاسلام وامر بالثبات علمه۔** (جلالین) **نتهی عن الموت فی الظاهر وفی الحقیقة عن ترك الاسلام لان الموت لیس فی**

لیذنبیهم۔ (تعیقت جلالین بحوالہ کشاف، ۱۹) اس عبارت سے بھی ثابت ہوا کہ دین سے مراد اسلام ہے، جو اعتقاد و احکام کو شامل ہے اور اس کا انکار موجب کفر ہے۔ (۳) حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ربّ قدیر سے دعا مانگی کہ اے اللہ! ہمیں اور ہماری ذرّیت کو اُمتِ مسلمہ میں شامل فرما اور شاعر مذکور اس سے بیزارگی اور اسلام کے نا قابلِ محبت ہونے کا اظہار کر رہا ہے جو موجب کفر ہے، اسے سے نصِ صریح کا انکار بھی لازم آتا ہے۔ اور یہ بھی موجب کفر ہے۔ (۴) **فی السلم الاسلام، کافة ای فی جمیع شرائعه**۔ (تعلیقت جلالین، ۳۱) **من الخاسرین۔ لمیصرہ الی النار المؤبدة علیه**۔ (تعلیقت جلالین / ۵۶ بحوالہ جمل) عنداللہ اسلام کے سوا کوئی دین قابلِ قبول۔ گویا اس کے علاوہ سارے ادیان قابلِ رد ہیں۔ جو اس کی خواہش کا اظہار کرے وہ مستحق عتاب وعذاب و نار ہے۔ اس کے بعد آیت میں واضح کر دیا جیسا کہ قرآن میں ہے۔ (۶) **کیف یهدی الله قوما کفرو بعد ایمانهم نزلت فی شان الذین ارتدوا ولحقوا بمکة**۔ (تعیقت جلالین / ۵۶ بحوالہ جمل)

واضح ہوگیا کہ اسلام سے انحراف کی خواہش کا اظہار ارتداد ہے۔ **قل ان هدی الله هو الهدیٰ**۔ (البقرہ قبل از آیۃ الوصی) **ان هدی الله الاسلام۔ هو الهدی ما عداه ضلال**۔ (جلالین / ۱۸) اسلام ہی ہدایت ہے۔ اس کے علاوہ ضلالت و گمرہی ہے۔ شاعر مذکور نے حدودِ اسلامیہ سے الگ ہوکر ایک نئی دنیا بسانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ اس لیے ضلالت و گمراہیت کا شکار ہوگیا ہے۔ ارشادِ باری ہے۔ (۷) **عند الدین عند الله الاسلام۔ ان الدین المرضی۔ عندالله هو الاسلام۔ ای الشرع المبعوث به الرسل المبنی علی التوحید**۔ (تحت آل عمران / ۱۹۔ جلالین) اسلام کو ماننے کے سبب قرآن نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے۔ **هو سمکم المسلمین**۔ (الحج / ۷۸) اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔ اس آیت کے ضمن میں

علامہ نسفی فرماتے ہیں: **ای اللہ سما کم بھذا الاسم الی۔** (تفسیر نسفی، ج ۳، ۱۰۳) اللہ تعالیٰ نے تمہارا یہ مبارک نام رکھا۔

اسلام سے متعلق صاحب نور الانوار فرماتے ہیں: **والاسلام ھو الدین المخصوص لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم واحل فی وصفہ بالقویم اشارۃ الیہ الان دین الاسلام ھو الموصوف بالاستقامت۔** (قوت الاخیار شرح نور الانوار، ج ۱/ ۳۶) ثابت ہوا کہ مطلقاً اسلام کا انکار موجب کفر ہے اور اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہے۔ ان تمام دلائل و براہین سے واضح ہے کہ شاعر مذکور کے شعر سے اسلام کا انکار اور اس سے انحراف ظاہر ہے۔ لہٰذا شاعر پر کفر و ارتداد کا حکم ثابت ہے۔ حدیث میں ہے: **عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا اِلٰہ الّا اللہ وان محمد رسول و اقام الصلوٰۃ اتیاء الزکواۃ والحج و صوم رمضان۔**

(بخاری شریف، ج ۱/ ۶)

واضح ہوا کہ الاسلام اعتقاد و احکام کے مجموعے کا نام ہے۔ الاسلام کے حدود سے اخراج کی خواہش کا اظہار ان کے اُمور سے اخراج کی خواہش ہے اور ان اُمور سیا اخراج کی خواہش موجب کفر و ارتداد ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے: **الرضا بالکفر کفر سواء کان یکفر نفسہ اوبکفرہ غیرہ۔** (شرح فقہ اکبر، ۱۸۷) کفر پہ راضی ہونا خود کفر ہے خواہ اپنے کفر پر یا غیر کے کفر پر۔ اسی میں ہے: **تو لفظ بکلمۃ الکفر طائفا غیر معتقد لہ یکفر لانہ راض بمبا شرتہ۔** (شرح فقہ اکبر/ ۹۹) اگر کسی نے جبر کی بنیاد پر کلمۂ کفر بولا اعتقاد نہیں بھی رکھتا ہے پھر بھی اس کی تکفیر کی جائے گی کیوں کہ وہ اس کے بولنے پر راضی ہے۔ جو ضروریاتِ دین میں اس کا تصدیق کرنا ایمان ہے۔ ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کفر ہے۔ ضروریاتِ دین وہ مسائلِ دین

ہیں جن کو ہر خاص و عام جانتے ہوں۔ انہی کے مجموعے کا نام اسلام ہے۔ اس کے حدود سے الگ ہونے کی خواہش کا اظہار ان تمام اُمور سے نکل جانے اور انکار کرنے کے مترادف ہے۔ جب ایک ضرورتِ دینی کا انکار موجب کفر ہے، یہاں تو سب کا انکار لازم آرہا ہے۔ یہ تو بدرجۂ کفر کو ثابت کرے گا۔ جیسا کہ مسامرۃ والمسایرہ میں ہے:

الایمان هو التصديق بالقلب فقط ای قبول القلب واذعانه لما علم بالضرورة انه من دين محمد صلى الله عليه وسلم بحيث تعلم العامة من غير افتقار الى نظر والاستدلال كالوحدانية والنبوة والبعث والجزاء و وجوب الصلاة والزكاة وحرمة الخمر و نحوها ويكفى الاجمال فيما يلاحظ اجمالا كالايمان بالملائكة والكتب والرسل ويشترط التفصيل فيما بلاحظ تفصيلا كجبريل وميكائيل وموسیٰ و عيسیٰ والتوراة والانجيل حتى ان من لم يصدق واحد معين منها كافر (و) القول بان مسمى الايمان هذا التصديق فقط۔ (هوا لمختار عند الجمهور الاشاعره وبه قال الماتريدى (فى المسامرة والمسايرة الكلام فى متعلق الايمان / ٣٣٠) **فى شرح العقائد النسفية ان الايمان فى الشرع هو التصديق بما جاء به من عندالله تعالىٰ اى تصديق النبى بالقلب فى جميع ما علم بالضرورة مجيئه به من عندالله تعالىٰ۔** (شرح العقائد النسفیہ مبحث الایمان، ۱۲) الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب السیر، ۱۵۹۔ **البحر الرائق باب احكام المرتدين۔** درمختار میں ہے:

من هزل بلفظ كفر ارتد وان لم يعتقده للاستخفاف فهو للكفر العناد وفى ردالمحتار قوله من هزل بلفظ كفر اى تكلم به باختياره غير قاصد معناه وهذا لا ينافى مامر من ان الايمان هو التصديق

فقط او مع الاقرار لان التصدیق وان کان موجودا حقیقة لکنه زائل حکما لان الشارع جعل بعض المعاصی امارة علی عدم وجوده کالهزل المذکور و کما لو مسجد لصنم اوضع مصحفا فی قاذورة فانه یکفر و ان کان مصدقا لان ذلک فی حکم التکذیب کما افاده فی شرح العقائد۔۔۔ واشار ذلک بقوله (الاستخفاف) فان فعل ذلک استخفا فاواستهانة بالدین فهوا امارة عدم التصدیق۔
(ردالمحتار، ج۶، ۳۴۳)

شاعر مذکور کے شعر میں اسلام کی توہین واستخفاف بلکہ انکار ثابت ہے، جو موجب کفر ہے۔ خانیہ میں ہے: **رجل کفر بلسانه طائعا وقلبه علی الایمان یکون کافرا ولا یکون عندالله تعالیٰ مومنا۔** (قاضی خان کتاب السیر، ج۲، ۴۶۷) جو بلا اکراہ کلمۂ کفر کہے بلافرقِ نیت مطلقاً قطعاً یقینا اجماعاً کافر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۱۴، ۶۰۰) ایک انسان چاہے مومن ہوگا یا کافر، تیسری کوئی صورت نہیں۔ ایک شخص نہ مسلمان ہو اور نہ ہی کافر ہو، ایسا نہیں ہوسکتا۔ کیوں کہ ایمان وکفر میں واسطہ نہیں ہے جیسا کہ امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں "**الیه مرجعکم جمیعا**" کے تحت فرماتے ہیں: **احتج اصحابنا بهذه الآیة علی انه لا واسطه تبین ان یکون المکلف مومنا و بین ان یکون کافرا لانه تعالیٰ اقتصر فی هذه الآیة علی ذکر هذین القسمین۔** (التفسیر الکبیر، ج۶، ۳۰۶) **وفی تفسیر النسفی تحت هذه الآیة۔ ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا۔ ای دینا وسطا بین الایمان والکفر ولا واسطة بینهما۔** (التفسیر النسفی ر ۲۶۲) **فی تفسیر البیضاوی، ج۵، النساء تحت هذه الآیة۔ ان الذین یکفرون بالله ورسوله ویریدون ان یفرقوا بین الله و رسوله۔ بان**

یومنوا ویکفروا برسله۔ ویقولون نومن ببعض ونکفر ببعض۔ نومن ببعض الانبیاء ونکفر ببعضھم۔ ویریدون ان یتخذوا بین ذلك سبیلا۔ طریقا وسطا بین الایمان والکفر لا واسطۃ اذا لحق لا یختلف فان الایمان باللہ سبحانه تعالیٰ لا یتم الا بالایمان برسله تصدیقھم فیما بلغوا عنه تفصیلا او اجمالا فالکافر ببعض ذلك کالکا فر بالکل فی الضلال کما قال اللہ تعالیٰ۔ فماذا بعد الحق الا الضلال۔ (بیضاوی، ج ۲/ ۲۷۳۲، ۲۷۴۲۔ النساء/ ۱۴۶)

محدثِ بریلوی فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: ''کافرنہیں مگر وہ جس کا دین کفر ہے اور کوئی آدمی دین سے خالی نہیں۔ نہ ایک شخص کے ایک وقت میں دو دین ہوسکیں۔'' **فان الکفر والاسلام علی طرفی النقیض بالنسبۃ الی الانسان لا یجتمعان ابدا ولا یرتفعان وقال تعالیٰ۔۔ اما شا کرا واما کفورا۔** (ج ۳، الدھر/ ۳) **وقال تعالیٰ: ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفه۔** (الاحزاب/ ۴)

واضح ہوگیا کہ کفر واسلام سے ہٹ کر جو محبت کی دنیا بسے گی جس کو نہ اسلام کہا جائے گا نہ کفر بلکہ کفر واسلام کے مابین ایک واسطہ ہوگا اور یہ خود کفر قرار پائے گا۔ صراحتاً یہ قرآن کا انکار ہے اور کلامِ الٰہی کا انکار موجبِ کفر ہے۔ اسلامی فیصلہ کو نہ ماننا بھی کفر ہے۔ (دیکھیے النساء، ۶۵) خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے: **ولو قال من شریعت چه دانم او قال دبوس هست مرا بشریعت چه کنم یکفر۔** (خلاصۃ الفتویٰ، ج ۴، ۳۸۸ کتاب الفاظ الکفر الجنس الثامن)

قال العلامۃ قاضی خان رجل بینه وبین غیرہ خصومۃ فقال رجل حکم خدائی چنیں استفقال آخر من حکم خدا را چه دانم

قال ابو قاسم رحمة الله علیه هو کفر لانه استخفاف بأمر الله۔ (قاضی خان علی ھامش الھندیہ، ج ۳، ۵۷۵ باب ما یکون کفرا مالا یکون)

اسلام کامل ضابطۂ حیات کا نام ہے۔ اس سے انکار کرنا موجب کفر ہے۔ **قال العلامة ابن بزار الکردری "قال من شریعت چه دانم او قال دیوس هست من شریعت را چه کنم یکفر۔** (فتاویٰ بزازیہ علی ھامش الھندیہ، ج ٦، ۳۳۸ کتاب الفاظ تکون اسلاما او کفرا او خطأ الباب الثامن فی الاستخفاف بالعلم۔ ومثلہ فی فتاویٰ قاضی خان علی ھامش الھندیہ، ج ۳، ۵۷۵ باب ما یکون کفرا من المسلم و مالا یکون)

ان تمام حوالجات وشواہدات سے ثابت ہوا کہ اسلام سے الگ ہونا اسلامی قوانی کی تحقیر استہزا اور اس سے انکار ہے اور یہ موجب کفر ہے۔ لہٰذا شاعر مذکور پر حکم کفر ثابت ہوتا ہے۔ اس سے توبہ، تجدیدِ ایمان و نکاح اور بیعت لازم ہے۔ اس سے جو لوگ ارادت رکھتے ہیں اس کی بیعت فاسد ہے۔ توبہ اور دیگر اُمور کا ارتکاب نہ کرے تو اُمت مسلمہ پر اس سے اجتناب لازم ہے اور جو شخص مذکور کے کفر و عذاب میں شک کرے گا اس کے عقائد کفریہ قطعیہ سے واقفیت کے بعد تو وہ بھی حکم کفر میں شامل ہوگا۔ جیسا کہ شامی میں ہے: "**من شك في كفره وعذابه فقد كفر۔**" جو کسی کافر کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ جب تک توبہ نہ کرلے اس وقت تک اس سے کسی قسم کا معاملاتِ دینی میں تعلق رکھنا حرام اشد حرام اور زوالِ ایمان کا باعث ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ۔

(13) ""زید"" کے یہاں سے شائع شدہ سالنامہ میں ابن تیمیہ کی تعریف وتوصیف:

"اللہ تعالیٰ نے شیخ ابن تیمیہ کو بڑی خوبیوں سے نوازا تھا وہ حافظہ، علم وفضل زہد وورع قناعت وصبر جرات وشجاعت سنت کی پیروی بدعت سے اجتناب اعلائے کلمہ

حق اور جہاد کے لیے ہمہ وقت کمر بستگی یہ وہ خصوصیات ہیں جن سے وہ اپنے معاصرین کے درمیان ممتاز اور مشہور ہوئے“۔

"اب ضرورت اس بات کی ہے کہ جانب داری سے ہٹ کر ان (ابن تیمیہ) کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے اور خصوصا تصوف کے حوالے سے ان کے نظریات کا مطالعہ کر کے ان کو عام کیا جائے“۔

ابن تیمیہ جس کو علمائے اہل سنت نے ضال ومضل قرار دیا ہے کیا اس کے افکار و نظریات کو عام کیا جائے گا؟ اگر کوئی ابن تیمیہ کے تئیں اپنی محبت کا اظہار اس طرح سے کرے اور اس کے نظریات کو عام کرنے کی بات کرے اس سے کیا نقصان اور کیا فائدہ ہوگا شرعی اعتبار سے ایسا کرنا کیسا ہے؟؟

الجواب نمبر ۱۳: مسئول عنہ کا ابن تیمیہ کے بارے میں توصیفی کلمات ادا کرتے ہوئے یہ کہنا کہ اللہ عزوجل نے شیخ ابن تیمیہ کو بڑے خوبیوں سے نوازا تھا، وہ حافظہ، علم وفضل، زہد وورع، قناعت وصبر، جرأت وشجاعت اور سنّت کی پیروی، بدعت سے اجتناب و اعلاء کلمۃ الحق کے لیے ہمہ وقت کمر بستگی یہ وہ خصوصیات ہیں جن سے وہ اپنے معاصرین کے درمیان ممتاز ومشہور تھے۔ (الاحسان، ۲/ ۱۰۷) مسئول عنہ کا قول باطل اور گمراہیت و ضلالت پر دال ہے۔ علمائے اہلِ سنّت کے خلاف جیسا کہ خاتم الفقہاء والمحدثین علامہ احمد شہاب الدین ابن حجر ہیتمی مکی نے فتاویٰ حدیثیہ میں لکھا ہے: ابن تیمیہ وہ بندہ ہے جسے اللہ نے ذلیل وخوار، گمراہ واندھا اور بہرہ کر دیا ہے۔ اس کے احوال کا فساد بیان کرنے والے اور اس کے اقوال کی تکذیب کرنے والے ائمہ نے اس بات کی صاف تصریح فرمائی ہے۔ ابن تیمیہ کا یہ عقیدہ اہلِ حق کے عقیدہ کے بالکل خلاف ہے۔ اس لیے کہ اہلِ حق کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل جسم و جہت، مکان وکیف اور تحیز و تمکن اور حلول وغیرہ عیوب ونقائص سے پاک ومنزہ ہے۔ جیسا کہ امام علی بن حسین زین

العبدین فرماتے ہیں: **سبحانك لا تحس ولا تمس ولا تجس۔** (فتاویٰ حدیثیہ/ ۸۶ اتحاف السادۃ المتقین المرتضی الزبیدی/ ۳۸۰) تیری ارفع واعلیٰ ذات احساس، چھونے اور ٹٹولے جانے سے پاک ومنزّہ ہے۔ بدر الدین ابن جماعۃ نے اپنی کتاب **"ایضاح الدلیل فی قطع حجج اھل التصطیل"** میں فرمایا: **اعلم ان النزول الذی ھوالانتقال من علو الی سفل لا یجوز حمل الحدیث علیہ لوجوہ۔** (ص/ ۱۶۴)

یہ حقیقت واضح ہے کہ حدیث پاک میں جو نزول کا معنی آیا ہے اس کو بلندی سے پستی کی جانب انتقال کے معنی پر محمول کرنا چند وجہوں سے ناجائز ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں علامہ بیضاوی سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا: **ولما ثبت بالقواطع انہ سبحانہ منزہ عن الجسمیۃ والتحیز امتنع علیہ النزول علی معنی الانتقال من موضع الی موضع اخفض منہ۔** (ج ۳/ ۳۱)

جب قطعی دلیلوں سے یہ ثابت ہے کہ اللہ سبحانہٗ جسم اور حیز میں ہونے سے پاک ہے تو اس ذات پر نزول کا ایسا معنی محال ہے جس میں کسی جگہ سے پست مقام کی طرف انتقال ہو۔ تقی الدین ابن تیمیہ حرانی متولد ۶۶۱ھ متوفی ۷۲۸ھ ان عقائدِ باطلہ، افکارِ فاسدہ اور انظارِ ضالہ کا قائل تھا۔ اس شخص نے اپنی کتاب "منہاج السنۃ النبویہ" کے حاشیہ ۲۶۲/۱ پر لکھا: "اللہ حرکت کرتا ہے، سمیٹتا ہے، کشائش کرتا ہے اور اُٹھتا بیٹھتا ہے۔ اس نے اپنی کتاب شرح حدیث نزول صفحہ ۶۶، مجموعۂ فتاویٰ ج ۵/ ۱۳۱، ۴۱۵ پر بھی اسی طرح کا قول نقل کیا۔ منہاج کے ج ۱/ ۲۶۲ پر کہا اللہ نزول فرماتا ہے اور عرش سے خالی نہیں رہتا۔ الاجوبۃ المرضیۃ/ ۹۲، ۹۳ پر یہی لکھا۔ الموافقہ ج ۲/ ۴، ۵ پر لکھا "حرکت حیات کے لیے لازم ہے اور ہر حی متحرک ہے۔" (کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اللہ صفت حی سے متصف ہے، اس لیے اس کے لیے بھی حرکت مستلزم ہے) حالانکہ اشاعرہ

اور ماتریدیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ عزوجل حرکت وسکون سے منزّہ و پاک ہے۔ اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ امام ابوجعفر طحطاوی نے اپنے عقیدہ میں فرمایا: **ومن وصف الله بمعنی من معانی البشر فقد کفر**۔ جو اللہ سبحانہ تعالیٰ کو انسان کے کسی وصف سے موصوف کرے، وہ کافر ہے۔ امام احمد بن حنبل نے آیت کریمہ **وجاء ربک** کی تاویل میں فرمایا: **جاءت قدرته**۔ اللہ کی قدرت آئی۔ یہ تاویل اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اللہ عزوجل حرکت وسکون اور تحیز فی العرش سے منزہ ہے۔ امام بیہقی نے الاسماء والصفات کے صفحہ ۴۵۴، ۴۵۵ میں حافظ ابوسفیان خطابی سے نقل کیا اور فرمایا کہ: حدیث نزول کی روایت سے بے شمار لوگ فحش لغزش کھا گئے اور راہِ صواب سے منحرف ہوگئے۔ علامہ تقی الدین سبکی نے اپنی کتاب الدرۃ المضیۃ میں ابن تیمیہ کے مفردات وضلالات کا ذکر فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں: ابن تیمیہ نے اصولِ عقائد میں نئی نئی باتیں ایجاد کیں۔ اسلام کے ستونوں میں سے ارکان ومعاقد توڑ ڈالے۔ اوّل وہ کتاب وسنّت کی آڑ میں چھپ کر خود کو حق کا داعی و ہادی ظاہر کرتا رہا۔ اس کے بعد بدعتوں کا ایجاد کرنا شروع کر دیا۔ اجماعِ اُمت کی حدیں توڑ کر جماعت اہلِ سنّت سے خارج ہوگیا۔ امام تاج الدین سبکی اور ابن حجر ہیتمی، ابن الرفعہ، باجی ابن الزملکانی، صفی الدین ہندی، ابن المرحل، تقی الدین حصنی اور علاء بخاری و دیگر حضرات نے اس کی خدمت اس کے عقائدِ باطلہ کی بنیاد پر کی۔ ابن تیمیہ نے تقریباً ساٹھ مسئلہ میں خرق اجماع کیا۔ جس کی بنیاد پر ابن تیمیہ کے زمانے کے علما نے اس کا برملا رَد کیا۔ اس کو گستاخ، مبتدع اور بدمذہب قرار دیا۔ یہاں تک کہ اپنی اسی حرکاتِ شنیعہ وافعالِ قبیحہ کے باعث جیل میں قید وبند کی صعوبتیں جھیلتا رہا اور وہیں ختم ہوگیا۔ ان حوالجات کی روشنی میں مسئول عنہ کی عبارت کا کذب آشکار ہے اور ایک ضال ومضل کی مدح وثنا کے باعث وہ بھی اسی زمرے میں شامل ہو جاتا ہے۔ مسئول عنہ کا یہ کہنا کہ ''اب ضرورت اس بات

کی ہے کہ جانب داری سے ہٹ کر ابن تیمیہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔ مسئول عنہ نے سرخیل اہلسنّت پر الزام عائد کیا کہ انھوں نے جانب داری سے کام لیا ہے۔ دوسری چیز قابلِ غور ہے کہ ابن تیمیہ کے زمانے کے علمائے اہلِ سنّت کو غلط بیانی سے کام لینے والا ثابت کیا، جو اس کی عبارت سے ظاہر ہے۔ گویا وہ ابن تیمیہ کے عقائدِ باطلہ کا حمایتی و قائل ہے۔ الموافقہ ر ج ۱ ص ۶۲ اور شرح حدیث النزول صفحہ ۸۰ میں اللہ کے لیے جسم تسلیم کیا ہے۔ مجموعۂ فتاویٰ ج ۴ ر ۱۵۲ منہاج ج ۱ ر ۱۸۰ میں بھی جسم ہونا ثابت کیا ہے۔ بلکہ اپنی کتاب **بیان تلبیس الجھمیہ** ج ۱ ر ۱۵۲ میں جسم نہ ماننے والے کو ضال و گمراہ قرار دیا ہے۔ اللہ کو جوہر، متحیز، متناہی، کرسی پر بیٹھنا اور ایک کرسی کا خالی ہونا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھائے گا، تسلیم کیا ہے۔ ابن تیمیہ کا عقیدہ تھا رسول اللہ کے وفات پر غم کرنے والا مذموم انسان ہے۔ (منہاج، ج ۸ ر ۴۵۹، ۴۶۰) جب کہ اہلِ بیت و صحابہ غم گین ہوئے۔ (بخاری و مسلم جملہ احادیث کی کتب میں موجود ہے) ابن تیمیہ نے کہا کہ "وہ ایسی فوت شدہ چیز پر غم کر رہا ہے جسے واپس لوٹایا نہیں جاسکتا ہے۔" ابن تیمیہ نے خاتونِ جنت کے بارے میں کلام کیا۔ رسول سے استغاثہ کا انکار کیا۔ خاتونِ جنت کے فضائل کا انکار کیا۔ صحابیہ اُم ایمن کو جھوٹی اور دروغ گو تسلیم کیا ہے۔ خاتونِ جنت اور صحابہ کو جھوٹا اور ظالم قرار دیا ہے۔ اس نے نبی کریم کے ایمان لانے والی بات کا انکار کیا۔ (مجموع الفتوی، ج ۴ ر ۳۲۴)

ابن تیمیہ کے نزدیک خواب میں نبی پاک کی زیارت کرنے والا اپنے دین میں کمزور ہے۔ اس کے اندر نفاق پایا جاتا ہے۔ (قاعدۃ فی المحبۃ، ج ۱ ر ۱۹۱، ۱۹۲) ابن تیمیہ کا کہنا ہے کہ انبیا کی قبروں کی معرفت و زیارت کا کوئی فائدہ نہیں۔ (مجموع الفتوی، ج ۲۷ ر ۴۴۴) ابن تیمیہ کا دعویٰ ہے کہ روضۂ اقدس کے پاس دُعا مستجاب و مقبول نہیں۔ (مجموع الفتوی، ج ۲۷ ر ۱۱۶) ابن تیمیہ کا کہنا ہے کہ روضۂ اطہر کے پاس نماز ادا کرنے والے اہلِ

شرک و بدعت ہیں۔ (اقتضاء الصراط، ج ۱ ر ۳۳۴) ابن تیمیہ کا کہنا ہے کہ روضۂ اقدس پر جا کر دعا مانگنا، انھیں پکارنا، مدد مانگنا سب اُمورِ شرکیہ ہیں۔ کسی نے اس کو مستحب قرار نہیں دیا ہے، بلکہ یہ اُمور بدعت ہے۔ (مجموع الفتاویٰ، ج ۲۷ ر ۳۲۴) ابن تیمیہ کے گمان کے مطابق کعبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ افضل ہے۔ (فتاویٰ کبریٰ، ج ۴ ر ۴۶۳) ابن تیمیہ کا دعویٰ ہے کہ جو شخص روضۂ اقدس پر آپ پر سلام پیش کرتا ہے اور آپ اس کا سلام سن کر جواب دیتے ہیں تو اسے درحقیقت شیطان جواب دیتا ہے۔ نبی پاک جواب نہیں دیتے۔ (مجموع الفتاویٰ، ج ۲۷ ر ۳۸۸) ابن تیمیہ کا دعویٰ ہے کہ نبی پاک اہلِ حق و باطل کے مابین تمیز نہیں کر سکتے تو مومن و منافق میں فرق پیدا کیا کریں گے۔ (منہاج، ج ۴ ر ۲۹۰)

اس کے علاوہ بھی بے شمار عقائدِ باطلہ ہیں جس کی بنیاد پر علمائے اہلِ سنّت نے اس کو ضال و مضل اور گمراہ قرار دیا ہے۔ کیا یہ دین و اسلام کے ساتھ انصاف نہیں ہے؟ یقینا ہے۔ اس کے مابعد علمانے جانب دارانہ ہی اس کی کتب کا مطالعہ کیا ہے اور اگلوں کی حقانیت و صداقت کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی تضلیل و تفسیق کی ہے۔ مسئول عنہ کا الزام باطل اور ضلالت و گمراہیت کا بین ثبوت ہے۔ مسئول عنہ کا یہ کہنا کہ خصوصاً تصوف کے حوالے سے ان کے نظریات کا مطالعہ کر کے ان کو عام کیا جائے۔ اس عبارت سے واضح ہوجاتا ہے کہ مسئول عنہ اسی عقائد باطلہ اور افکارِ فاسدہ کو تصوف سے تعبیر کر رہا ہے اور اس کی اشاعت و ترویج کی بات کہہ کر اس کے حق ہونے کی وکالت کر رہا ہے، جو مسئول عنہ کے خفیہ عقائد و نظریات کا برملا اظہار ہے اور ایسے عقائد کے حاملین کو اسلاف کرام، فقہائے اہلسنّت نے ضال و مضل قرار دیا ہے۔ اس روشنی میں مسئول عنہ کا ضال و مضل اور گمراہ ہونا ثابت ہوجاتا ہے۔ جو حکم اوّل کا یعنی ابن تیمیہ اور اس کے حوارین کا ہے، وہی حکم مسئول عنہ کا ہوگا۔ اوّل کا حکم ضال و مضل کا ہے تو ثانی بھی ضال و مضل اور

گمراہ قرار پائے گا۔ عقائد باطلہ کی اشاعت حرام بلکہ بعض صورتوں میں موجب کفر ہے۔ **تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان**۔ جو چیز حرام ہے اس کی دعوت بھی حرام ہے۔ **علی سبیل للدرجات**۔ (ہدایہ، کتاب البیوع، ج ۲) لوگ گمراہ ہوں گے راہ صواب سے ہٹ کر جادۂ نار کے مستحق ہوجائیں گے۔ فائدہ کے بارے میں سوال ہی عبث ہے۔ نقصانات ہی نقصانات میں کوئی منافیِ اسلام کی اشاعت وترویج کی بات کرے اور پوچھے فوائد کیا ہے اور نقصانات کیا ہیں۔ یہ ایسا ہی ہوگیا کہ زہر پلائے، امراض بڑھائے، زخم کو ناسور بنائے پھر شیر کے مقابل یا اس کے پنجرے میں ڈال دے اور پوچھے اس کا نقصان کیا ہے اور فائدے کیا ہیں۔ ایسا کرنا شرعاً حرام، حرام، سخت سخت حرام ہے۔ ابن تیمیہ سے محبت کا اظہار کرنے والا اور اس کی مدح وثنا میں رطب اللسان رہنے والا اس کے عقائدِ باطلہ کی وکالت وحمایت کرنے والا اس کے عقائدِ فاسدہ کی اشاعت وترویج کرنے کی اجازت دینے والا اور کرنے والا گمراہ وبدمذہب ہے۔ ابن تیمیہ کے بارے میں علما کا فیصلہ "**قال العلماء انه الضال المضل**۔" (صاوی، ج۱/۹۶)

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(14) کیا کسی بزرگ کو تعظیماً سجدہ کرنا درست ہے جب کہ ایسا کرنے والے حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے اس شعر سے استدلال کرتے ہوں:

سنگ در جاناں پر کرتا ہوں جبیں سائی سجدہ نہ سمجھ نجدی سر دیتا ہوں نذرانہ

اور ساتھ ہی سجدہ کو قدم بوسی کا سہارا لے کر اپنے مقابل کو خاموش کرتے ہوں جب کہ ہوتا یہ ہے کہ جن کے سامنے زمین پر سر رکھا جاتا ہے وہ دور ہوتے ہیں اور عقیدت کیش ان کے قدموں سے کافی دوری پر اپنا سر زمین پر ایک ساتھ رکھ دیتے ہیں؟

الجواب نمبر ۱۴: کسی معظم شخصیات و بزرگانِ دین کو سجدۂ تعظیمی کرنا حرام ہے۔ مفتیِ اعظم کے شعر کا بہانہ بنانا مفید نہیں۔ سجدہ اور قدم بوسی میں زمین و آسمان کا فرق ہے، اس لیے اس کا سہارا لے کر خلقِ خدا کی زبان کو بند کرنا بھی بے سود ہے۔ اس میں دغا بازی و دھوکہ بازی بھی ہے اور یہ از خود حرام ہے۔ معاملات مسئول عنہ کے فریب کاری کو مزید آشکارا کر دیتا ہے۔ بعدیت سجدہ ریزی کے لیے بین ثبوت ہے، جس سے فرار و انکار کے سارے راستے مسدود ہو جاتے ہیں اور فاسق و مبتدع ہونا ثابت ہو جاتا ہے اور ایسے شخص کی ارادت مفقود ہو جاتی ہے اور شخص مذکور پر فسق و فجور سے توبہ کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ عبد ابن حمید اپنے مسند میں امام حسن بصری سے روایت کرتے ہیں کہ کسی صحابی نے حضور سے عرض کیا: **افلا نسجد لك قال لا ولكن اكرموا نبيكم واعرفوا الحق لاهله فانه لا ينبغي ان يسجد لاحد من دون الله فانزل الله تعالیٰ ما كان بشر الى قوله بعد از انتم مسلمون۔** (الدر المنثور، ج ۲، ۷۴ تحت آیت ۳/ ۸۰) اس آیت کا سببِ نزول یہ ہے کہ نجران کے عیسائیوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انھیں حکم دیا ہے کہ وہ ان کو ربّ بنا لیں، تب یہ آیت نازل ہوئی۔ **ولا يامركم ان تتخذ والملائكة والنبيين اربابا ايامركم بالكفر بعد از انتم مسلمون۔** (القرآن، ۳/ ۸۰)

دوسرا قول یہ ہے کہ بعض صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انھیں سجدہ کرنے کی اجازت طلب کی۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مفسرین نشانی کو ترجیح دیا ہے جیسا کہ امام خاتم الحفاظ نے جلالین میں دونوں پہلو کو اُجاگر کیا ہے۔ جیسا کہ مذکور ہے: **نزل لما قال نصارىٰ نجران ان عيسى امرهم ان يتخذو واربابا او لما طلب بعض المسلمين السجود له صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وسلم۔** (جلالین، ج ۱/ ۴۰) الکفر بعد الاسلام کی قید قولِ ثانی کے مراد کو واضح اور قوی کر دیتا ہے۔

(صاحب مدارک تحت آیۃ ۳/ ۸۰۔ ج ۱/ ۱۶۶۔ کشاف آیۃ ۳/ ۸۰۔ ج ۱/ ۴۴۰۔ بیضاوی النصف الاوّل ۶۶/ ۵۳۔ الکبیر الجزء الثامن ۱۲۱/۔ الفتوحات الالٰھیۃ، ج ۱/ ۲۹۱۔ عنایۃ القاضی علی انوار التنزیل، ج ۳/ ۴۱)

ان حوالجات سے واضح ہے کہ آیت کا نزول سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدۂ تعظیمی کی ممانعت کے بارے میں ہے۔ بندے کو سجدۂ عبودیت کی اجازت کسی شریعت میں نہیں تھی، نہ ہی صحابہ نے اس کی اجازت طلب کی تھی۔ لامحالہ ماننا ہی پڑے گا کہ یہ ممانعت سجدۂ تعظیمی کے بارے میں ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حرام ہو گیا تو ایرو غیرو نتھو خیرو کی کیا حیثیت پیر و فقیر کی کیا وقعت وہ پیر ہی نہیں ہو سکتا ہے جو شریعت کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ ترمذی میں ہے: **قال جاءت امرأۃ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ اخبرنی ما حق الزوج علی علی الزوجیۃ قال لو کان ینبغی بشر ان یسجد بشر لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا اذا دخل علیھا لما فضلہ اللہ علیھا ھذا الفظ لبزار والحاکم والبیھقی وعند الترمذی المرفوع منہ بلفظ لو کنت آمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا۔** (ترمذی، ج ۱/ ۱۳۸) سجدہ جائز ہوتا تو عورت کو حکم ہوتا شوہر کو سجدہ کرے۔ یہ سجدۂ تعظیمی ہی ہوتا لیکن شریعت محمدی میں جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔ (مجمع الزوائد بحوالہ احمد و ابزار، ج ۹/ ۱۴۷) اونٹ کو سجدہ کرتے دیکھ کر سجدہ کرنے کی صحابہ نے خواہش ظاہر کی مگر آقا علیہ السلام نے وہی کہہ کر منع کر دیا۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم الجزء الثانی، ۱۳۷) مسند احمد، حاکم مستدرک، طبرانی، معجم کبیر، بیہقی، بغوی، شرح سنۃ میں یعلیٰ بن مرہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے ایسا ہی مروی ہے۔ (مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات/ ۲۴۱) محدث بریلوی محقق علی الاطلاق نے فتاویٰ رضویہ، ج ۲۲ رسالہ الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیہ سن اشاعت ۱۳۳۷ھ میں

سجدۂ تحیت کی حرمت کو ثابت کیا ہے۔ اتنے نصوص کے بعد بھی حلت و جواز کا حکم بیان کرنا اور عملی طور پر کرانا شریعت اسلامیہ سے بغاوت کے مترادف ہے اور ایسا شخص اپنے نفس کا پجاری ہے۔ اس کے بعد مسئول عنہ کے فاسق و مبتدع ہونے میں کیا کلام رہ جاتا ہے۔

فتاویٰ نور الھدیٰ میں ہے: **لان وضع الجبهة على الارض لا يجوز۔**
(فتاویٰ نور الھدیٰ بحوالہ المبسوط، کتاب الکراھیۃ، ۴۳۹)

امام ابن حجر مکی نے اعلام بقواطع الاسلام میں فرمایا کہ **ان السجود بین یدی الغیر عنه ما هو كفر و منه ما هو حرام۔** (اعلان/ ۳۸۸) نصاب الاحتساب میں ہے: **وهو اتم من قبل الارض بين ايدى السلطان اوالامير او سجد له فان كان على وجه التحية لا يكفر ولكن يصير آثما مرتكبا للكبيرة۔** (فتاویٰ ہندیہ، ج۵/ ۶۹/ ۳۶۸ کتاب الکراہیۃ) غمز عیون البصائر میں ہے: **وان اراد به التحية لا يكفر ويحرم عليه ذلك ۔** (غمز العیون بحوالہ العینی فی مختصر الفتاویٰ الظہیریۃ، ج۱/ ۴۵ الفن الاول) مجمع الانھر و خزانۃ المفتیین میں ہے: **ولكن ارتكب الكبيرة۔** (خزانۃ المفتیین، ج ۲/ ۲۱۳ و جامع الفصولین، ج ۲/ ۳۱۴۔ جامع الرموز، ج ۳/ ۳۱۵) فتاویٰ ہندیہ میں ہے: **لا يكفر ولكن يأثم بارتكابه الكبيرة هو المختار۔** (فتاویٰ ہندیہ بحوالہ جواہر الاخلاطی، ج۵/ ۳۶۸) درمختار کتاب الحظر باب الاستبراء، ج۲/ ۲۴۵) علامہ ابن عابدین، ج۵/ ۳۸۷)

اس کے علاوہ بھی بے شمار کتب فقیہ میں سجدۂ تحیۃ کی حرمت کا قول مذکور ہے جس سے مسئول عنہ کا فاسق و مبتدع ہونا اظہر من الشمس ہے۔ اس میں کسی کلام کی گنجائش ہی نہیں، جہاں تک بات رہی مفتی اعظم عالم اسلام کے اس شعر کی ؎

سنگِ درِ جاناں پہ کرتا ہوں جبیں سائی
سجدہ نہ سمجھ نجدی سر دیتا ہوں نذرانہ

یہ وہابیہ، دیابنہ، مودودیہ، سلفیہ اور نجدیہ کے رَد میں ہے جو مزارِ مقدس کے بوسہ لینے کو سجدہ سے تعبیر کرتے ہیں اور اس پر حکم شرک لگاتے ہیں، مفتی اعظم عالم اسلام نے فرمایا کہ ہم درِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سجدۂ تعظیمی نہیں کرتے ہیں اور عبودیت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اوّل حرام ہے اس کو شرک ٹھہرانا شریعت پر زیادتی ہے اور جہالت و بے باکی بھی اس لیے سجدہ سے صاف انکار کیا۔ چونکہ غیر خدا کو سجدہ بعض صورتوں میں کفر ہے اور بعض صورتوں میں حرام۔ دونوں کا انکار کر دیا البتہ حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے فعل کو سر کے نذرانے سے تعبیر فرمایا ہے جو بطور استعارہ استعمال ہوا ہے اور کلام موزوں میں یہ جائز ہے۔ البتہ منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور وہاں کے بام و در و روضہ کو بوسہ دینا جائز ہے، اس پر سجدۂ تعظیمی کو قیاس کرنا مع الفارق ہے اور جہالتِ مطلقہ بھی مدعی ثابت کرسکتا ہے کہ کبھی بھی مفتیِ اعظم عالمِ اسلام نے سجدۂ تعظیمی کیا یا کروایا ہو یا تقبیل علی الارض کی اجازت دی ہو یا درِ اقدس پر جا کر سجدہ ریزی کی ہو۔ کم سے کم اعلیٰ حضرت کی چوکھٹ پر ہی اپنے جبین منور کو ٹیکا ہو۔ البتہ جبین نیاز ضرور لٹایا ہے۔ قیامت تک ایک بھی مثال پیش نہیں کرسکتا یا اپنے نثری فتاویٰ میں اس کی اجازت دی ہو، جس شعر کو مطلب برآری کے لیے استعمال کرنا چاہتا ہے وہاں بھی اس فکر باطل کا رَد ہو رہا ہے۔ اس لیے اس شعر سے فاعل و قائل حکم فسق و بدعت سے بَری نہیں ہوسکتا ہے۔ قدم بوسی کا طریقہ منفرد ہوتا ہے۔ جو صورتیں سوال میں مذکور ہیں اس کو قدم بوسی کہنا حماقت و جہالت ہے۔ جب اس کو قدم بوسی کہیں گے تو قدم بوسی کو کیا کہیں گے۔ سجدہ ریزی و زمین بوسی یہ حیلے بھی باطل ہیں۔ جو صورت مذکور ہے یقیناً وہ سجدہ ہے۔ اگر عبودیت کا ہے تو فاعل و قائل، حاملین و موئیدین سب کے سب کافر و مرتد قرار پائیں گے۔ خود کو مسجود الیہ سمجھ کر کروا رہے ہیں اور معتقدین یہی سمجھ کر کر رہے ہیں تو یہ بھی جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے اور اسی کا نام سجدۂ تعظیمی ہے اور اگر خود کو کعبہ کہہ رہا ہے، سجدہ خدا کو

کروارہاہے مگر چہرہ اپنی طرف کرنے کا حکم دے رہا ہے تو موھم کفر کے باعث یہ بھی حرام ہوگا یا معظم ہونے کے باعث ادباًواحتراماً ایسا کروارہاہے،تو یہ شکل بھی حرام ہے۔سجدۂ تعظیمی کی جو بھی صورت ہوسب کی سب حرام ہیں اور سجدۂ عبودیت شرک وکفر ہے۔دور ہو یا قریب، زمین پر سر ٹیکنا ہی سجدہ کی علامت ہے۔نیت تعظیم کی ہے تو حرام ہے۔نیت عبادت کی ہے تو کفروشرک ہے۔اوّل صورت میں فاسق ومبتدع ہے۔صورتِ ثانیہ میں کافرومشرک ہے۔مسئول عنہ وہی شخص مذکور ہے جس کے بہت سارے خیالِ فاسدہ کا جواب دیا گیا تو اس کی عبارت سے خالق ومخلوق کے مابین عینیت حقیقی کا وہم ہوتا ہے۔ اگر مسئول عنہ کا عقیدہ ویسا ہی ہے جیسا وہم ہوتا ہے تو یقیناوہ سجدۂ عبودیت کا ہی قائل ہوگا۔اس صورت میں مسئول عنہ پر کفروشرک کا حکم عائد ہوگا۔اگر ایسا نہیں ہے تو فاسق و مبتدع ہونے میں کوئی کلام ہی نہیں ہے۔بہر کیف مسئول عنہ پر توبہ لازم ہے۔صورتِ ثانیہ سجدۂ عبودیت کا حامل ہے تو تجدید ایمان ونکاح و ارادت بعد توبہ لازم ہے۔عدم رجعت پر ارادت مندوں پر لازم ہے کہ ارادت وعقیدت ختم کردے اور تمام دینی اُمور وموالات شرعی روا نہ رکھے بلکہ اس کو دور کرنا اور اس سے دور رہنا لازم وواجب ہے۔ مسئول عنہ کی صحبت اہلِ ایمان کے لیے ایمان کی تباہی و بربادی کا باعث، ہلاکت خیزی کا سبب اور جہنم میں جانے کا ذریعہ ہوگا اور دوری باعثِ نجات ہے۔اگلی اُمت میں سجدۂ تعظیمی جائز تھا۔شریعت مصطفوی میں ناجائز وحرام ہے۔اگلی اُمت میں سگی بہن سے شادی جائز تھی لیکن آج نہیں ہے۔شراب نوشی ابتدائے اسلام میں روارہاہے مگر آج نہیں ہے۔بلکہ سگے بھائی بہن میں رشتۂ زوجیت کا انسلاک جائز تھا لیکن آج نہیں ہے۔ شریعت منسوخہ سے استدلال باطل محض ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ غیر خدا کو سجدہ شریعت اسلامیہ میں قطعی حرام ہے جب کہ وہ تعظیماً ہو، ورنہ کفروشرک ہے اور ان اُمور میں حیلے بہانے قابلِ اعتبار اور لائق اعتماد

نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ الاکرم۔

(15) آج کل صلح کلیت کی اصطلاح بڑی عام ہورہی ہے یہ صلح کلیت کیا ہے کس وجہ سے آدمی صلح کلی ہوجاتا ہے اور اگر کوئی صلح کلی ہوجائے تو اس پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ سنیوں کو اس سے کس طرح کا معاملہ رکھنا چاہیے؟

برائے کرم تمام سوالات کے جوابات جلد از جلد عنایت فرمائیں نیز ہر سوال کا جواب بہت ہی واضح، عام فہم دیا جائے۔**بینوا توجروا**

الجواب نمبر ۱۵: آج صلح کلیت کے عام ہونے کی وجہ سے اصطلاح صلح کلیت کا اطلاق بھی عام ہے۔جب کسی فعل کے فاعل کی تعداد میں اضافہ ہوگا تو لامحالہ اس کے دال کے استعمال واطلاق میں بھی اضافہ ہوگا۔اسم دال اور مسمیٰ مدلول ہے۔مثلاً جب شراب نوشی عام ہوگی تو لفظ شرابی کا استعمال بھی کثرت سے ہونے لگے گا۔اس کی سب سے بڑی وجہ آزادخیالی، مذہب وملّت سے دوری یا دنیوی دولت ومنصب کی لالچ میں آکر اتنا اندھا بن جانا کہ صحیح، غلط، اچھے، بُرے، پاک، ناپاک اور سنّیت وعدم سنّیت کی تمیز وتفریق کے شعور کا فقدان ہوجائے۔آج اس کی کثرت ہے۔بڑی تیزی کے ساتھ یہ وبا پھیلی ہے۔عوام ہی نہیں خواص کا ایک طبقہ بھی اس میں ملوث ہے۔اس کی شمولیت اور من گھڑت تاویل نے ہی اس کے پھولنے پھلنے کا راستہ ہموار کیا ہے۔سوال مذکور کہ "صلح کلیت کیا ہے" اس کی تفہیم کے لیے اولاً لغوی معنی بیان کردیا جاتا ہے، تاکہ بڑی آسانی کے ساتھ اصطلاحی معنی ومفہوم ذہن نشین ہوجائے۔

صلح کل: لغوی معنی صلح کلی کا ہے ہر ایک سے یکساں برتاؤ رکھنے والا۔(فیروز اللغات ر ۴۲۷)

کسی مذہب کے آدمی سے دشمنی نہ رکھے، دوست ودشمن سب کے ساتھ محبت سے

پیش آئے۔ (لغاتِ کشوری ر ۲۹۴)

صلح بمعنی ٹھیک ہونا، نیک ہونا، مخاصمت کی ضد موالات ''کل'' بمعنی ''سب، ہر ایک'' مطلب ہوا کہ ہر مذہب والوں سے دوستی کرنا، کسی سے دشمنی و نفرت نہ کرنا۔ (القاموس الجدید، ۵۱۵،عربی ٹو اردو)

الصلح: رضا مندی، سلامتی، درستی، مصالحت، آپس میں موافقت رکھنے والے لوگ۔ (المنجد ر ۳۷۵) کل بمعنی سب، ہر ایک یعنی ہر ایک سے موافقت و موالات کے حاملین صلح کلی کہلاتے ہیں۔

دیگر لغات میں بھی قریب یہی ہے۔ لغوی معنی سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر فرد و بشر سے یکسانیت، موافقت اور موالات کرنا صلح کلیت ہے اور اس کے قائلین و حاملین کو صلح کلی کہا جاتا ہے۔ اس پر گہری نگاہ ڈالی جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ یہ سراسر اُصول اسلام اور قانونِ شریعت کے منافی ہے۔ **قال اللہ تعالیٰ: لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ ولو کانوا آباء ھم واخوانھم اوعشیرتھم۔** (المجادلۃ ۲۸ر ۲۲) تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔ اگر چہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔ **قال اللہ تعالیٰ: ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔** (ھود ر ۱۱ر ۱۱۳) اور ظالموں کی طرف نہ جھکو تمہیں آگ چھوئے گی۔ **ومن یتولھم منکم فانہ منھم ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین۔** (المائدہ ر ۶ر ۵۱) اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انھیں میں سے ہے۔ **یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا آباء کم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان۔** (التوبہ ر ۱۰ر ۲۳) اے ایمان والو! اپنے باپ اور بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں۔ **یا**

ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء۔ (الممتحنہ ۲۸/۱) اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ **تسرون الیھم بالمودۃ۔** (الممتحنہ ۲۸/۱) **وقال رب ارنی لا املك الا نفسی واخی فافرق بیننا وبین القوم الفاسقین۔** (المائدہ ۶/ ۲۵) موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب مجھے اختیار نہیں مگر اپنا اور اپنے بھائی کا تو تُو ہم کو ان فاسقوں سے جدا رکھ۔ **واما ینسینك الشیطن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین۔** (الانعام ۷/ ۶۸) اور جو کہیں شیطان تمہیں بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

ان آیات سے واضح ہے کہ ہر مذہب والوں سے دوستی کرنا منافیِ اسلام ہے۔ معاملات میں یکسانیت بھی اسی زمرے میں شامل ہے۔ بلکہ اس کے خلاف نفرت و شدت کرنے کا حکم ہے۔ **واغلظ علیھم۔** (التوبہ ۱۰/ ۷۳) **فاصدع بما تومر واعرض عن المشرکین۔** (پارہ ۱۴، حجر، آیت ۹۴) جس کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے اس کو کھلم کھلا دوٹوک سنا دو اور مشرکین سے منہ پھیرلو۔ **ولیجدوا فیکم غلظۃ۔** (پارہ ۱۱، توبہ، آیت ۱۲۳) اور چاہیے کہ وہ تم میں سختی پائیں۔ صحابۂ کرام کی صفتِ مخصوصہ کا ذکر ربّ کائنات نے کیا تو فرمایا: **اشداء علی الکفّار رحماء بینھم۔** (پارہ ۲۲، فتح، آیت ۲۹) وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔ **اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین۔** (پارہ ۶، سورۃ المائدہ، آیت ۵۴) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے گستاخی کرتے ہوئے باپ کو پایا تو اپنے باپ کو زوردار طمانچہ لگایا، جس کے باعث وہ زمین پر گر پڑے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو جواب دیا جو روح البیان میں مذکور ہے: **فقال علیہ السلام او فعلته قال نعم۔ قال فلا تعد الیه قال والله لو کان السیف قریبا منی لقتلته۔** (تفسیر روح البیان، المجادلہ، ج۹، ص۳۳۵) ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے

جنگ اُحد میں اپنے باپ کو قتل کیا۔ (روح البیان، المجادلہ، ج۹، ۳۳۵) صاحبِ روح البیان فرماتے ہیں: **وكل ذلك من باب الغيرت والصلابة**۔ (روح البیان) یہ سب کچھ غیرت اور دین کی مضبوطی کی وجہ سے تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **الغيرة من الايمان والمنية من النفاق ومن لا غيرة لا دين له**۔ (روح البیان، ج۹، ۳۳۵ مجادلہ) غیرت ایمان سے ہے اور مقصد برآری منافقت ہے۔ جسے غیرت نہیں اسے ایمان نہیں۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم نے اپنا منشی نصرانی رکھ لیا ہے، حالانکہ تم کو اس سے کوئی واسطہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیا تم نے یہ آیت نہیں سُنی۔ اس کے بعد سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۵۱ کی تلاوت کی۔ انھوں نے عرض کیا: نصرانی کا دین اس کے ساتھ ہے۔ مجھ کو تو اس کے لکھنے پڑھنے سے غرض ہے۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ اللہ نے انھیں ذلیل کیا۔ تم انھیں عزت نہ دو۔ اللہ نے انھیں دور کیا، تم انھیں قریب نہ کرو۔ حضرت موسیٰ اشعری نے کہا: بغیر اس کے بصرہ کی حکومت چلانا دشوار ہے۔ اس کو مجبوراً رکھا ہے۔ اس قابلیت کا آدمی مسلمانوں میں نہیں ملتا۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ اگر نصرانی مرجائے گا تو کیا کرو گے؟ جو انتظام اس وقت کرو گے وہ ابھی کرلو۔ اور دشمنِ اسلام سے کام لے کر عزت نہ بڑھاؤ۔ (تفسیر خزائن العرفان) **ان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتوا فلا تشهدوهم وان لقيتموهم فلا تسلموا عليهم**۔ (سنن ابن ماجہ، ج۱، ۱۱۹) اگر وہ بیمار ہوجائیں تو ان کی عیادت کے لیے مت جاؤ۔ اور اگر وہ مرجائیں تو ان کے جنازہ میں مت شریک ہو اور اگر تم سے ملے تو ان کو سلام نہ کرو۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت کلام میں ارشاد فرمایا: **اهل البدع كلاب اهل النار**۔ (کنز العمال، ج۱، ۲۲۳) یعنی گمراہ لوگ دوزخیوں کے کتّے ہیں۔ **واياكم واياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم**۔

(صحیح مسلم، باب النہی، ج۱، ۱۰) ان سے دور رہو اور انھیں اپنے سے دور کرو۔ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں۔ کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ **ولا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تجالسوھم ولا تناکحوھم واذا مرضوا فلا تعودوھم واذا ماتوا فلا تشھدوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم۔** (کنز العمال، ج۱۱/ ۵۲۹، ۵۴۵، ۵۴۲) ان کے ساتھ نہ کھاؤ، ان کے ساتھ نہ پیو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان سے رشتہ نہ کرو، وہ بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جاؤ، مرجائیں تو جنازہ پر نہ جاؤ، نہ ان کی نماز پڑھو، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ ان عبارات سے واضح ہوا کہ اسلام ہر ایک سے مساوات کا قائل نہیں اور نہ بدمذہبوں سے دوستی کا روادار ہے۔ اب اگر کوئی اس کے خلاف کرتا ہے تو اس کی دو صورت ہے۔ حق مان کر یا ناحق مان کر موالات و مساوات کا قائل ہے۔ صورتِ اولیٰ موجب کفر ہے۔ جیسا کہ شفا شریف و اعلام بقواطع الاسلام میں ہے: **یکفر ایضا من کذب بشی من ما صرح فی القرآن من حکم او خبرا او اثبت واتقاہ او تقی ما اثبتہ علی علم منہ بذلک او شک فی شی من ذلک۔** (اعلام بقواطع الاسلام، فصل آخر فی الخطاء، ۳۸۱) نیز تکفیر کی جائے گی جس نے قرآن کے صریح حکم یا خبر کی تکذیب کی یا جس نے علم کے باوجود اس کی نفی کردہ کا اثبات کیا یا اس کے ثابت کردہ کی نفی کی یا جس نے اس میں شک کیا۔ فتاویٰ حدیثیہ امام ابن حجر مکی میں ہے: **التردد فی المعلوم من الدین بالضرورۃ کالانکار۔** (فتاویٰ حدیثیہ، باب اصول للدین، ۱۴۶) بدیہی وضروری دینی معلوم چیز میں تردد کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کا انکار کرنا ہے۔ شفاء میں ہے: **وقع الاجماع علی تکفیر کل من دافع نص الکتاب او اخص حدیثا مجمعا علی نقلہ مقطوعا بہ مجمعا علی حملہ علی ظاھرہ ولھذا نکفر من لم یکفر من وان بغیر ملۃ الاسلام او وقف فیھم او شک (فی کفرھم)**

او صح مذهبهم وان اظهر الاسلام واعتقده واعتقد ابطال کل مذهب سواه فهو کافر باظهار ما اظهر من خلاف ذلك۔ (الشفاء للقاضی عیاض، ج ۲/۲۷۱) ایسے شخص کے کفر پر اُمتِ مسلمہ کا اجماع ہے جو کتاب اللہ کی نص یا ایسی حدیث جس کے نقل پر یقین ہے، اس کی تخصیص کرے حالانکہ اجماع کے مطابق اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے۔ اسی لیے ہم ایسے شخص کی تکفیر کرتے ہیں جو اسلام کے غیر کسی دین والے کی تکفیر نہ کرے یا توقف کرے یا شک کرے (ان کے کفر میں) یا ان کے مذہب کو صحیح سمجھے، اگر چہ ایسا شخص اسلام کا اظہار کرے اور عقیدہ رکھے اور اسلام کے سوا ہر مذہب کے بطلان کا عقیدہ رکھے، اس سبب سے کہ وہ اپنے ظاہر عقیدہ کے خلاف ظاہر کرتا ہے، لہٰذا وہ کافر ہے۔ اسی میں ہے: **اجماع علی کفر من لم یکفر کل من فارق دین مسلمین او وقف فی تکفیرهم او شك۔** (الشفاء، ج ۲/ ۲۶۷) اسلام سے علیحدگی اختیار کرنے والے کی تکفیر نہ کرنے والے یا ان کی تکفیر میں توقف یا شک کرنے والے کی تکفیر نہ کرنے والے کے کفر پر اجماع ہے۔ بزازیہ اور درمختار وغیرہ میں ہے: **من شك فی کفره وعذابه فقد کفر۔** (درمختار باب المرتد، ج ۱/ ۳۵۶) جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ کافر ہے۔ صورتِ ثانیہ کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک نرم روی، دوم ردطرد سے ناراضگی۔ دوسرا بدمذہب و گمراہ ہے اور اوّل مداہنت فی الدین کا شکار۔ اور دونوں پر صلح کلیت کا اطلاق ہوتا ہے، بایں معنی کہ قرآن نے جہاں قوم ظالم کہا ہے اس کے تحت صاحب تفسیراتِ احمدی فرماتے ہیں:

دخل فیه الکافر والمبتدع والفاسق والعقود مع کلهم ممتنع۔ (التفسیرات الاحمدیہ، ۶/ ۶۸) کافر، بدعتی، فاسق بالعقائد و فاسق بالعمل ممانعت کے حکم میں شامل ہیں۔ ضال و مضل سے نرم گوئی کی بھی ممانعت وارد ہے۔ **اذا رأیتم صاحب بدعة فاکفهر وافی وجهه فان الله یبغض کل مبتدع۔** (کنز

العمال، ج۱/ ۳۸۸) جب تم کسی بد مذہب کو دیکھو تو اس کے سامنے ترش روئی سے پیش آؤ، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہر بد مذہب کو دشمن رکھتا ہے۔ **من وقر صاحب بدعة اعان علی ھدم الاسلام۔** (مجموع الفتاویٰ، ج۱۸/ ۳۴۶) جس نے بد مذہب کی عزت کی اس نے اسلام ڈھانے پر مدد کی۔ **اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتز لذلك العرش۔** (کنز العمال، ج۳/ ۵۷۵) جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو رب تعالیٰ غضب فرماتا ہے۔

واضح ہو گیا کہ ایک اعتقاداً صلح کلی ہے اور دوسرا عملاً صلح کلی ہے۔ اب صلح کلی کی اصطلاحی تعریف ہوگی "جو سنّی، شیعہ، وہابی، دیوبندی اور قادیانی وغیرہ ہر ایک کو یکساں خیال کرے، یا عملاً اس کے ساتھ یارانہ معاملات روا رکھے۔" یعنی نفرت، بغض، جلن اور ترش روئی کی جگہ فرحت و انبساط کے درپے ہو۔ دونوں پر اصطلاح صلح کلیت کا اطلاق صحیح و درست ہے۔ وہابی، دیوبندی، رافضی، سلفی، منہاجی، مودودی، مہدوی، تبلیغی، نیچری، چندرویشوری اور اہلِ سنّت بریلوی سب کو ایک خیال کرے۔ ان میں تفریقات عقائد کا قائل نہ ہو یا اس سے موالات قائم رکھے۔ ردوطرد سے پیشانی پر بل آ جائے یا نرم روی و مداہنت دینی کا حامل ہو۔ اس وجہ سے ایک انسان صلح کلی کہلانے کا حقدار ہو جائے۔ عقائدِ باطلہ کے حاملین سے اس طرح موالات و یکسانیت اور معاملات و نرم روی اختیار کرنے والا صلح کلی ہو جاتا ہے اور صلح کلیت کے حاملین میں شامل کیا جاتا ہے۔ جو یکسانیت کا قائل اور ردوطرد کا حامل ہے وہ بد مذہب و گمراہ ہے۔ اس پر توبہ اور اس سے برأت کا اظہار لازم ہے۔ معاملات میں خوش گواری و نرمی اختیار کرنے والا آزاد خیال ہے۔ اس پر اس سے اجتناب اور ترش روئی کا اظہار کرنا ضروری ہے۔ جب تک باطل عقائد کے حاملین سے اجتناب نہیں کر لیتا اس سے اہلِ سنّت کا دوری اختیار کرنا بے حد ضروری ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم و رسولہ۔**

(16) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ماہ نامہ ''خضر راہ'' الٰہ آباد کے دسمبر ۲۰۱۴ء کے شمارے میں ایک مضمون چھپا ہے، جس کا عنوان ہے ''اہلِ قبلہ کی تکفیر احادیث کی روشنی میں''۔ درحقیقت اس میں شیخ محمد ابراہیم ذکر مصری کی عربی کتاب جس کا اردو نام ہے ''مسلمانوں کو کافر و فاسق قرار دینے والے فرقوں کے رَد میں چالیس قوی احادیث'' کو نئے نام، نئے آہنگ سے پیش کیا ہے۔ اس مضمون میں جو ادارتی نوٹ لگا ہے، اس کے مضمرات پر کامل غور کی ضرورت ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے کہ اس کتاب میں پیش کردہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ''اہلِ قبلہ کی تکفیر درست نہیں ہے۔ اُمت مسلمہ کے لیے یہ کتاب ایک عظیم نعمت ہے۔ اسی مضمون کی دوسری قسط خضر راہ جنوری ۲۰۱۵ء کے شمارے میں چھپی ہے۔ اس میں عنوان کے نیچے ادارتی نوٹ کے اوپر بغیر کسی قید و بند کے یہ لائن ہے ''جو ہماری طرح قبلہ رُخ ہوکر نماز ادا کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے'' اس جملے پر کتاب حضور امین شریعت شخصیت وکمالات کے صفحہ نمبر ۱۰۳ پر جو چشم کشا تبصرہ ہے، وہ یہ ہے:

''اگر آپ واقعی سنّی صحیح العقیدہ ہیں، آپ کو اپنے عقیدے سے پیار ہے اور تمام اعمال کی قبولیت کا دارومدار آپ ایمان کو سمجھتے ہیں اور اس نقطۂ نظر سے ایمان کی حفاظت کی فکر رکھتے ہیں، تو مجھے یقین ہے آپ لرز اُٹھیں گے، دیکھیے یہ دل خراش، ایمان پاش جملہ''

اس حق بجانب تبصرہ پر ماہ نامہ خضر راہ کے عاقبت نا اندیش حامیوں کا کہنا ہے کہ اس تبصرہ میں حدیث کو دل خراش اور ایمان پاش کہا گیا ہے۔ یہ تبصرہ شریعت کی زد میں ہے۔ اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ اس تبصرہ کے قید تحریر میں آنے کی وجہ سطورِ بالا میں مسطور ہے۔ لہٰذا منقح فرمایا جائے کہ کیا واقعی یہ تبصرہ شریعت کی گرفت میں ہے؟ اور اگر نہیں تو کیوں؟

الجواب نمبر ۱۶: کوئی اہلِ ایمان اتنی بڑی جسارت نہیں کرے گا کہ وہ حدیث مبارکہ کو جگر پاش و دل خراش کہے، البتہ ادارتی نوٹ میں جو یہ لکھا ہے کہ اس کتاب میں پیش کردہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ قبلہ کی تکفیر درست نہیں ہے، اس کے بعد کے جملے میں جو خضرِ راہ میں دوسری قسط کے طور پر چھپا، وہاں اتنا لکھا پایا گیا کہ ''جو ہماری طرح قبلہ رُخ ہوکر نماز ادا کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے۔'' درحقیقت یہ محرر کا جملہ ہی ہے جس پر مضمون کا یہ جملہ شاہد و ناطق ہے کہ ''اس کتاب میں پیش کردہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے اگر چہ اس طرح احادیث کے مفاہیم بھی ہیں'' لیکن اس مقام پر احادیث سے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے اہلِ قبلہ کے عدم تکفیر کا حکم بیان کیا گیا ہے، جس کو بعینہ احادیث کہنا ہی احادیث کی توہین ہے اور اس کا قائل بہت بڑا مجرم ہے، کیوں کہ وہ اپنے کلام پر رسول کے کلام ہونے کا اطلاق کر رہا ہے۔ بفرضِ محال حدیث تسلیم بھی کرلیا جائے تو اس کو قلم کار نے مطلق بیان کیا ہے اور حدیث کے مقتضیات پر کسی قسم کا کلام نہیں کیا ہے، جس سے قلم کار کی ذہنی عکاسی واضح ہوجاتی ہے کہ وہ اسی بات کا قائل ہے تو اس حدیث کے ترجمے کو سامنے رکھ کر معہود ذہنی کو جملہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس پر جگر پاش و دل خراش اطلاق ہے۔ یقیناوہ مفہوم جگر پاش و دل خراش ہے۔ اگر حدیث بیان کرتا اور اس کا مطلب یوں بیان کردیتا کہ اگر کوئی شخص اہلِ قبلہ ہے، نماز ہماری طرح ہی ادا کرتا ہے اور ہماری طرح ہی ذبیحہ کھاتا ہے اور ضروریاتِ دینی میں سے کسی ایک امر کا منکر نہیں ہے تو متکلمین کے نزدیک اس کی تکفیر نہیں ہوگی اور یہی ہمارا موقف ہے تو کوئی بات نہیں تھی۔ اب اگر کوئی مطلق بیان کرتا ہے تو گویا وہ حدیث پاک کی غلط ترجمانی کر رہا ہے اور اس کے ذریعے مغالطہ دے رہا ہے بلکہ ایمانی شیش محل کو خاکستر کرنے کی ناپاک کوشش کر رہا ہے۔ ''یہی جملہ معہود ذہنی دل خراش وجگر پاش ہے'' ایسے مواقع پر اس طرح کا اطلاق جائز و درست ہے'' اس کو بنیاد

بنا کر یہ کہنا کہ حدیث پر دل خراش وجگر پاش کا حمل ہے تو ایسا کہنا گمراہیت وخباثت قلبی کا بین ثبوت ہے، بلکہ خود ہی براہِ راست اس دل خراش وجگر پاش کلمات کا حدیث پر اطلاق کر کے جرمِ عظیم کے کٹہرے میں کھڑا نظر آرہا ہے۔"

امام سفیان بن عینیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **الحدیث مضلة الا الفقهاء۔** (ماخوذ بحر العلوم نمبر) ائمۂ مجتہدین کے سوا دیگر لوگوں کو یہ حدیث گمراہ کر دینے والی ہے۔" اس مقام پر بھی کہا جا سکتا ہے کہ حدیث پاک کو گمراہ کن قرار دے دیا گیا ہے، جب کہ اس مقام پر **مضلة** کا حمل حدیث پر ہی ہوا ہے، اس کے باوجود ایسا مفہوم اخذ کرنا پاگل پن یا ضلالت کی علامت قرار پائے گی" کیوں کہ حدیث اپنی جگہ درست ہے، لیکن اس کی تفہیم کی وجہ سے لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں اور اس طرح کمال کا اطلاق کر دیا جاتا ہے، اور ایسا کرنا درست ہے ورنہ امام سفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہیں گے، جب کہ اطلاق یہاں واضح اور صریح ہے لیکن دل خراش وجگر پاش میں ایسا نہیں ہے۔

قرآن میں ہے: **یضل به کثیرا ویهدی به کثیرا۔** "اس سے بہت سارے لوگ گمرہی کے شکار ہو گئے اور بے شمار لوگ ہدایت یافتہ ہو گئے۔" اس کی وجہ بھی تفہیم ہی ہے، کیوں کہ قرآن کی بعض آیتوں میں اجمال ہے، اور بعض احادیث میں بھی اجمال ہے۔ حدیث کے بغیر قرآن کی آیت سمجھنے کی سعی کرنے کے باعث ضلالت و گمرہی کے چنگل میں چلا جاتا ہے۔ بعینہ احادیث وائمہ کی وضاحت کے بغیر لینے اور اس سے نتیجہ اخذ کرنے کی بنیاد پر ضلالت وگمراہیت کی زلف گرہ گیر کا اسیر بن جاتا ہے۔ مثلاً حدیث شریف میں ہی: **اذا توضأ العبد المسلم او المومن فغسل وجهه خرج من وجهه کل خطیئة نظر الیها بعینه مع الماء او مع آخر قطر الماء فاذا فغسل یدیه خرج من یدیه ککل خطیئة کان بطشتها یداه مع الماء او مع آخر قطر الماء فاذا غسل رجلیه خرج کل**

خطیئة منتها رجلاہ مع الماء او مع آخر قطر الماء حتی یخرج نقیا من الذنوب رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الطہارۃ، ۱۷) اس حدیث کی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ وضو سے سارے گناہ ختم ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد آدمی جو چاہے کرے، قتل کرے یا زنا کاری میں مبتلا ہو، چاہے جوے بازی یا شراب نوشی کرے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ چونکہ وضو کر لے گا پھر گناہوں سے پاک ہو جائے گا۔ اگر اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد ایسا پیغام نشر کرتا ہے تو وہ دل خراش وجگر پاش اور ایمان سوز ہی کہلائے گا تو یقیناً وضاحت کی ضرورت پڑے گی۔ اور کہنا پڑے گا کہ اس حدیث کے بارے میں علما فرماتے ہیں کہ اس جگہ ذنوب سے مراد گناہِ صغیرہ ہے۔ وضو حاملین گناہِ صغیرہ کو اس گناہ سے پاک کر دیتا ہے۔ دوسرے مقام پر ہے: **ما من مسلم یتوضأ فیحسن وضوءہ ثم یقوم فیصلی رکعتین مقبلا علیھما بقلب ووجھہ الا وجبت لہ الجنۃ۔** رواہ مسلم (مشکوٰۃ المصابیح، ج ا، ۲۷)

کیا یزید غلام احمد قادیانی، خمینی، شاعر دیوان متنبی خارجی اور دیگر باطل جماعتوں کے پیشوا نے اپنی حیاتِ مستعار میں دو رکعت بھی حضور قلب کے ساتھ نماز نہ ادا کر سکے ہوں گے، یقیناً پڑھے ہوں گے۔ نماز ادا کرتے وقت حضور قلب کا حصول بھی ہوا ہوگا اور حدیث میں ہے: ''جو دو رکعت حضور قلب کے ساتھ نماز ادا کر لے گا وہ جنتی ہے۔'' اس حدیث کی بنیاد پر یزید اور مذکور اشخاص کو جنتی کہا جا سکتا ہے۔ حاشا کلاّ ہرگز ہرگز نہیں کہا جا سکتا ہے۔ اب جو یہ قول نقل کر کے حکم بیان کرے گا اس حکمی بیان کے جملے پر دل خراش وجگر پاش کا اطلاق ہوگا اور یہ اطلاق جائز و درست قرار پائے گا۔

ایک حدیث ہے: **من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر۔** (بخاری شریف)
اس حدیث کو بنیاد بنا کر جان بوجھ کر تارکین نماز پر حکم کفر عائد کرنے لگے اور ایک وقت کی نماز چھوڑنے والے پر بھی تکفیری حکم جاری کر دے تو اس کو دل خراش وجگر پاش ہی کہا

جائے گا۔ البتہ اس کے مقتضیات ومبادیات کو بیان کردے تو اس کے دونوں پہلو روشن ہوں گے۔ **من قال لَا اله الا الله فدخل الجنة**۔ (بخاری شریف) اس حدیث کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس نے فقط **لَا اِلٰہ الا اللہ** کہہ دیا وہ جنتی ہے۔ تو پھر منافقینِ مکّہ سے لے کر آج تک کے مرتدین زمانہ سب کے سب جنتی کہے جائیں گے۔ یہی وہ معہودِ ذہنی ہے جس کو جملہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس پر دل خراش وجگر پاش کا اطلاق ہوا ہے، جو برمحل ہے۔ اس حدیث کا مطلب بھی وہی ہے جو علما نے بیان کیا ہے کہ کلمہ کا دونوں جز یعنی **لا الہ الّا اللہ و محمد رسول اللہ** اور مقتضیات ومبادیات کو محیط ہے۔ کوئی سلیم الطبع انسان احادیث کا ایسا مفہوم اخذ نہیں کرتا ہے۔

ان تمثیلات سے روشن ہے کہ شیخ محمد ابراہیم ذکی مصری کی کتاب میں پیش کردہ ان چالیس احادیث کا مطلب بھی وہی ہے کہ اس اہلِ قبلہ کی تکفیر درست نہیں جو ضروریاتِ دین میں سے کسی دینی ضرورت کے منکر نہیں ہیں۔ مطلقاً بیان کرنے کا مطلب ہوگا کہ منکرین زکوۃ بھی مسلمان ہیں، خارجی بھی مسلمان ہے، غالی رافضی بھی مسلمان ہے، قادیانی بھی مسلمان ہے اور دین دار انجمن کے اہلیان بھی مسلمان ہیں۔ یقیناً یہ معہود ذہنی کا مفہوماتی جملہ دل خراش وجگر پاش اور ایمان سوز ہے اور اسی کی جانب مبصر کا جملہ مشیر ہے، جو اپنی جگہ صحیح ودرست ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''جو اہلِ قبلہ ہے وہ مسلمان ہے۔ (مشکوٰۃ، ۱۲۔ بحوالہ بخاری شریف) **لَا اِلٰہ الا اللہ** کہنے والے کو کسی گناہ کے ارتکاب کے سبب کافر نہ کہو۔ (مشکوٰۃ شریف بحوالہ ابوداؤد) جن لوگوں نے ہمارے قبلہ کی جانب رُخ کیا، ہماری طرح نماز ادا کی اور ہمارے ذبیحہ کو کھایا وہ مسلمان ہے۔ (مشکوٰۃ شریف بحوالہ بخاری) مذکور احادیث اور وہ چالیس حدیثیں جو اہلِ قبلہ کی عدم تکفیر پر دال ہیں، امام اعظم کسی اہلِ قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے تھے۔ (شرح فقہ اکبر،ص۱۸۹)

جمہور فقہاو متکلمین کے نزدیک اہلِ قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور اس طرح کے دیگر ائمہ کے اقوال کو سامنے رکھا جائے۔ قائل ان احادیث وعبارت سے جو مفہوم اخذ کرتے ہوئے یہ پیغام دے رہا ہے کہ اہلِ قبلہ اور کلمہ گو کی تکفیر درست نہیں، اس بات کو بفرضِ محال تسلیم کرلیا جائے تو آیت کریمہ : **لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم**۔ (سورہ توبہ) کے بارے میں کیا کہا جائے گا۔ واضح طور پر کہا جا رہا ہے کہ ''بہانہ نہ بناؤ، تم کافر ہو چکے مسلمان ہوکر''۔ آیت سے صراحۃً ثابت ہو رہا ہے کہ جس جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے، سب کے سب کلمہ گو تھے۔ اہلِ قبلہ تھے۔ ہماری طرح نماز ادا کرتے تھے اور اہلِ ایمان کا ذبیحہ بھی کھاتے تھے۔ تبھی تو لفظ مسلمان کا اطلاق ہوا۔ اس کے باوجود قرآن نے اس کو کافر قرار دیا۔ واضح ہے کہ قائل جو مراد لے رہا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ بایں وجہ اس کو حدیث نہیں بلکہ جملہ قرار دیا گیا کیوں کہ حدیث کا وہ مطلب نہیں ہے جو قائل بتا رہا ہے اور لوگوں کو مغالطے میں ڈال رہا ہے۔ یقینا یہ مطلب بیان کرنا دل خراش وجگر پاش ہے۔ اس لیے کہ اس سے قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے۔ البتہ حدیث اپنی جگہ صحیح ہے۔ فقہا کی وضاحت چھوڑ کر حدیث کا مفہوم اخذ کیا۔ بقول امام سفیان بن عینہ رضی اللہ عنہ قائل گمراہ ہوگیا۔ اس کی گمراہیت والے جملے کو مبصر نے دل خراش وجگر پاش کہا، تاکہ دوسرے لوگ گمراہیت سے بچیں اور ایسا کہنا صحیح و درست ہے۔ قائل نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب لفظ دل خراش وجگر پاش کو پھیر کر مزید اپنی گمراہیت کا ثبوت دیا ہے۔

ومن الناس من یقول آمنّا باللہ وبالیوم الآخر وما ھم بمؤمنین۔ (البقرہ:۸) کچھ لوگ کہتے ہیں ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے حالانکہ وہ مومن نہیں۔ جب وہ لوگ ایمان کے دعوے دار تھے تو یقینا کلمہ پڑھتے ہوں گے، کعبہ ہی کو قبلہ ماننے کا اعلان کرتے ہوں گے، نماز اسلام کو اُصولِ شرعیہ کے انداز میں ادا

کرتے ہوں گے اور اہلِ ایمان کا ذبیحہ بھی کھاتے ہوں گے، اس کے باوجود قرآن اس کے مومن ہونے کی نفی کر رہا ہے۔ واضح ہو جاتا ہے کہ احادیث کا جو ظاہر ہے وہ مراد نہیں ورنہ قرآن و احادیث میں تضاد لازم آئے گا۔ درحقیقت تضاد نہیں ہے۔ احادیث کا غلط مفہوم متعین کرنے سے ایسا ہو رہا ہے۔ اور مبصّر نے اسی غلط مفہوم کو جملہ سے تعبیر کرتے ہوئے اس کو دل خراش و جگر پاش کہا ہے، جو برمحل ہے اور قرآنِ مقدس کے آیات کی تصدیق اور احادیث کے صحیح مفہوم کی جانب رہنمائی ہے۔ اس لیے اس کے باطل مفہوم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس کو دل خراش و جگر پاش کہا ہے اور یقیناً وہ مفہوم ان کلمات کے مصداق ہے۔ **یحلفون باللہ ما قالوا کلمۃ الکفر و کفروا بعد اسلامھم۔** (التوبہ:۷۱) خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے نبی کی شان میں گستاخی نہ کی اور البتہ بے شک وہ یہ کفر کا بول بولے اور مسلمان ہو کر کافر ہو گئے۔ جب کہ وہ کلمہ گو بھی ہے اور اہلِ قبلہ بھی ہے۔

اس کے باوجود قرآن کافر کہہ رہا ہے۔ **لیس البر ان تولّوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من آمن باللہ والیوم الآخر والملائکہ والنبیین۔** (البقرہ) اصل نیکی یہ نہیں ہے کہ اپنا منہ نماز میں پورب یا پچھّم کرو بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ آدمی ایمان لائے اللہ، قیامت، فرشتوں اور تمام نبیوں پر۔ پیش کردہ آیت سے ثابت ہوا کہ ایمان ضروریاتِ دین کی تصدیق قلبی کا نام ہے۔ اس کے برعکس کفر ثابت۔ ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک کے انکار کے بعد لاکھ کلمہ پڑھتا رہے، لاکھ قبلہ کی جانب رُخ کر کے نماز ادا کرے، لاکھ ذبیحہ کھائے، کعبہ ہی کو قبلہ بنائے...... مومن قرار نہیں پائے گا۔ ضروریاتِ دین کو چھوڑ کر نماز میں قبلہ کو منہ کرنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ البتہ تمام ضروریاتِ دین کی تصدیق کر لے، اس کے بعد قبلہ رو ہو، ہماری طرح ہی نماز ادا کرے اور ذبیحہ کھائے تو مومن ہے۔ قائل نے مطلقاً کہا جو ایک

بہت بڑا دھوکہ ہے، جس پر مبصّر نے دل خراش وجگر پاش کا اطلاق کیا، وہ اپنی جگہ درست ہے۔

وما منعهم ان تقبل نفقتهم الا انهم كفروا بالله وبرسوله ولا ياتون الصلوٰة الا وهم كسالىٰ ولا ينفقون الا وهم كرهون۔

(التوبہ) وہ جو خرچ کرتے ہیں اس کا قبول ہونا بند نہ ہوا مگر اس لیے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا، نماز کو نہیں آتے مگر جی ہارے اور خرچ نہیں کرتے مگر بُرے دل سے۔

اس مقام پر غور کریں۔ ان کا نماز پڑھنا بھی بیان کیا جارہا ہے، پھر انھیں کافر بھی کہا جارہا ہے۔ کلمہ گو بھی تھے اور اہلِ قبلہ بھی تھے۔ اس کے باوجود کافر کہا گیا۔ ان آیاتِ بینہ کی روشنی میں تجربہ کیا جائے اور چالیس حدیثوں اور ائمہ کی عبارتوں کا جائزہ لیا جائے تو واضح ہوجاتا ہے کہ احادیث سے جو مفہوم بیان کرنے کی سعی قائل نے کی ہے وہ لغو وعبث اور باطل ہے۔ جس کو مبصّر نے دل خراش وجگر پاش کہا۔ بلا شک وشبہ ایسا مفہوم بیان کرنا ایمان سوز حرکت کے مترادف ہے اور بلا ریب دل خراش وجگر پاش ہے، ورنہ قادیانی، دہریہ، نیچری، اہلِ قرآن، تبرائی شیعہ، منافقین عرب، منکرین زکوٰۃ اور منکرینِ ضروریاتِ دین کو بھی مسلمان ماننا پڑے گا اور یہی قائل کا مقصد لگتا ہے، جو دل خراش و جگر پاش ہے۔

جب کل انھیں مسلمان نہیں کہا گیا تو جو لوگ انھیں صفات سے آج متصف ہیں یا ہوں گے انھیں مسلمان کس اعتبار سے کہا جائے گا۔ کیا قرآن کا حکم ختم ہوگیا یا قیامت تک باقی رہے گا۔ اہلِ سنّت و جماعت تو ثانی کے قائل ہیں۔ احادیث کا اطلاق بھی تو اسی زمانے میں ہوا لیکن آج بھی قائل اس کو لے رہا ہے تو پھر قرآن کے اُصول کو کیوں چھوڑ دیا جارہا ہے؟ دین کو کھیل بنانا بھی کفر ہے، جو آیت بینہ سے ہی ثابت ہے۔ **خرج**

رسول الله صلی الله علیه وسلم من بیت عائشة فقال راس الکفر من ھاھنا من حیث یطلع قرن الشیطن یعنی المشرق۔ (مسلم شریف، ج ۲ر ۳۹۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حرم سرا سے باہر تشریف لائے اور مشرق کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: کفر کا مرکز یہاں ہے جہاں سے شیطان کی سینگ نکلے گی۔ علامہ دحلان نے اپنی کتاب الدرر السنیہ میں کتب صحاح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے۔ **یخرج ناس من قبل المشرق یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرعیة لا یعودون حتی یعود السھم الی فوقه سیماھم التحلیق۔** (الدرر السنیہ، ۴۹) کچھ لوگ مشرق کی سمت سے ظاہر ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق کے نیچے نہیں اُترے گا۔ وہ لوگ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ پھر وہ دین میں پلٹ کر نہیں آئیں گے یہاں تک کہ تیر اپنے کمان کی طرف لوٹ آئے۔ ان کی خاص علامت سر منڈانا ہوگی۔ **کلما قطعی قرن نشاء قرن حتی یکون آخرھم مع المسیح الدجال۔** (الدرر السنیہ، ۵۰) جب ان کا ایک گروہ ختم ہوجائے گا تو وہیں سے دوسرا گروہ جنم لے گا۔ یہاں تک کہ اس کا آخری دستہ دجّال کے ساتھ اُٹھے گا۔

قرآن پڑھنے سے روشن ہے کہ وہ لوگ کلمہ گو بھی ہوں گے اور اہلِ قبلہ بھی ہوں گے اس کے باوجود دین سے خارج بتایا جارہا ہے۔ اور دجّال کی آمد تک ایک گروہ کے بعد دوسرے گروہ کے قیام کی بشارت بھی دی جارہی ہے۔ بلکہ آخری دجّال کے ساتھ اُٹھے گا یعنی اس کا حمایتی اور اہلِ جماعت سے ہوگا۔ اس کے استھان کو کفر کا مرکز بھی بتایا۔ جب اہلِ قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی کا حکم چالیس احادیث سے ثابت کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خارج از دین کیوں کہا؟ واضح ہے کہ قائل قصداً ایسا کہہ رہا ہے

یا مطالبِ احادیث کے افہام سے قاصر رہا ہے اور انھیں دونوں پر لفظ دل خراش وجگر پاش کا اطلاق مبصّر نے کیا ہے، جو مبنی برصداقت ہے۔ **قال بینما نحن عند رسول الله صلی الله علیه وسلم ویقسم قسما اتاہ ذوالخویصرہ وھو رجل عن بنی تمیم فقال یا رسول الله اعدل فقال ویلك فمن یعدل اذلم اعدل قد خبت وخرت ان لم اکن اعدل فقال عمر ائذن لی اضرب عنقه فقال دعه فان له اصحابا یحقر احدکم صلواته مع صلواتھم وصیامه مع صیامھم یقرؤن القرآن** الخ (مشکوٰۃ شریف، ج ۲/ ۵۳۵) یہ بھی کلمہ گو اور اہلِ قبلہ تھا۔

یہ حدیث دوسری روایت سے بھی مروی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، ج ۲/ ۵۳۵)

تقریباً اسی طرح کی پندرھویں حدیثیں رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے اپنی تصنیف ''تبلیغ جماعت: حقائق ومعلومات کے اُجالے میں'' بیان کی ہیں، جس میں محض کلمہ گو اور اہلِ قبلہ کو خارج از دین سے تعبیر کیا گیا ہے۔

شیر بیشۂ اہلِ سنّت نے چالیس احادیث اپنی کتاب صلح کلّیت میں بیان کی ہیں۔ تمام روایتوں سے کلمہ گو اور اہلِ قبلہ کا خارج از دین ہونا نیم روز کی طرح عیاں ہے۔ ظاہراً دونوں میں تضاد معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقتاً کوئی تضاد نہیں ہے، جو ائمہ کی وضاحت سے روشن ہو جاتا ہے۔ وہ بھی قرآن و احادیث سے مستنبط ہے۔ اس لیے تو امام سفیان نے فرمایا کہ فقہا کی وضاحت کے بغیر حدیث کی تفہیم انسان کو گمراہ کر دیتی ہے۔ جیسے اس مقام پر قائل گمراہ ہو گیا اور گمراہیت کا پیغام دینے لگا۔ جس کو مبصّر نے دل خراش وجگر پاش کہا۔ اس جملے سے درسِ عبرت حاصل کرنے کی بجائے مبصّر پر ہی الزام تراشی شروع کر دی کہ انھوں نے حدیث کو دل خراش وجگر پاش کہہ دیا، حالانکہ اس لفظ کا اطلاق حدیث کی جانب خود ہی کر رہا ہے۔ یہ اس سے بڑی گمراہیت ہے ورنہ مبصّر نے تو اتنا کہا

ہے کہ دیکھیے یہ دل خراش وجگر پاش جملہ۔ جو ترجمہ کی جانب مشیر نہیں بلکہ ترجمانی کی طرف مشیر ہے۔ اور یقینا ترجمانی دل خراش وجگر پاش اور فسادِ ایمان کا باعث ہے۔ ضروریاتِ دین کا منکر کافر ہے۔صریح میں منکر کی تاویل قابلِ اعتبار نہیں۔ یہ دونوں امر مسلمہ میں اس بات پر تمام اُمت اجماع واتفاق ہے۔ چونکہ ضروریاتِ دین کی تصدیق کا نام ایمان ہے۔ جیسا کہ شرح عقائدِ نسفیہ میں ہے: **ان الایمان فی التنزع هو التصديق بما جاء به من عندالله تعالیٰ ای تصديق النبی بالقلب فی جميع ما علم بالضرورة مجيبة به عندالله تعالیٰ۔** (شرح عقائد نسفیہ، مبحث الایمان، ۱۲۰) فی المسارۃ والمسایرۃ الکلام فی متعلق الایمان ۳۳۰/ ۔ الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب السیر ، ۱۵۹۔ البحر الرائق احکام المرتد، ج۵/ ۲۰۲۔ الدرالمختار، باب المرتد، ج۶/ ۳۴۲۔ ہندیہ، ج۶/ ۲۶۳ باب المرتد۔

اس کے برعکس کفر ثابت ہوگا فقہاو متکلمین دونوں کے نزدیک۔ امام اعظم فقہ اکبر میں فرماتے ہیں: **صفاته تعالیٰ فی الازل غير محدثة ولا مخلوقة فمن قال انها مخلوقه او محدثة او وقف فيها او شك فيها فهو كافر بالله تعالیٰ۔** (فقہ اکبر) اس مقام پر امام اعظم کلمہ گو اور اہلِ قبلہ کی تکفیر کر رہے ہیں بلکہ جو اس کے کفر میں توقف کرے یا جو شک کرے تو وہ بھی کافر ہے۔ امام ہمام کتاب الوصیۃ میں ایسا ہی فرماتے ہیں۔ شرح فقہ اکبر میں ہے کہ تینوں ائمہ یعنی امام اعظم وابو یوسف وامام محمد رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے کہ قرآن کو مخلوق کہنے والا کافر ہے۔ امام یوسف کتاب الخراج میں فرماتے ہیں: **ايما رجل مسلم سب رسل الله صلى الله عليه وسلم او كذبه او عابه او تنقصه فقد كفر بالله تعالیٰ و بانت منه امراته۔** (کتاب الخراج) تمام مسلمانوں اجماع ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے وہ کافر ہے،

جو اس کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ جیسا کہ شفا، بزازیہ، درر،

غرر اور فتاویٰ خیریہ وغیرہ میں ہے:

اجمع المسلمون ان شاتمہ صلی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و من شک فی عذابہ و کفرہ کفر۔ (شفا شریف)

مجمع الانھر اور در مختار میں بھی ایسا ہی ہے۔ شامیہ میں ہے: **فھو کافر لمخالفۃ القواطع المعلومۃ من الدین بالضرورۃ۔** (شامیہ، ج ۲/ ۲۹۸) **اذا لم یعرف محمدا صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات۔** (الاشباہ والنظائر، ص ۲۴۳) الفتاویٰ الہندیہ، ج ۲/ ۲۵۸، باب التاسع فی المرتدین۔ البحر الرائق، ج ۵/ ۱۲۰، احکام المرتدین) **لما قال ملّا علی القاری۔ و من استخف بالقرآن او بالمسجد او بنحوہ مما یعظم فی الشرع کفر۔**
(شرح الفقہ الاکبر، ۱۶۸، فصل فی القرأۃ والصلوٰۃ) خلاصۃ الفتاویٰ، ج ۴/ ۳۸۳، کتاب الفاظ الکفر) ردالمحتار، ج ۳/ ۳۱۱، باب المرتد)

ان عبارتوں سے بھی واضح ہے کلمہ گو اور اہلِ قبلہ کئی صورتوں میں کافر ہو جاتا ہے۔ قرآن و احادیث اور اقوالِ فقہا سے اتنا ثابت ہوا کہ خود امام اعظم کی بیان کردہ عبارت سے بھی واضح ہے کہ ضروریاتِ دین کے منکر کی ہر دَور اور ہر زمانے میں تکفیر کی جائے گی بلکہ ایسوں کی تکفیر نہ کرنے والا خود کافر قرار پائے گا، کیوں کہ مسلمان کو مسلمان اور کافر کو کافر جاننا بھی ضروریاتِ دین سے ہے۔ ایک طرف یہ ہے دوسری جانب وہ چالیس حدیثیں ہیں جس سے ظاہراً کلمہ گو اور اہلِ قبلہ کے عدم تکفیر کا حکم سمجھ میں آتا ہے، باطناً کوئی فرق نہیں ہے۔ وہ چالیس حدیثیں بھی اس طرف ہی مشیر ہیں کہ جو ضروریاتِ دین کا قائل ہے کسی ایک کا انکار نہیں کرتا، وہی کلمہ گو بھی ہے اور وہی اہلِ قبلہ بھی ہے۔ ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک امر کا بھی منکر نہیں ہے تو اس کی

تکفیر نہیں کی جائے گی۔ قائل اگر اس چالیس حدیث کا ذکر فخریہ انداز میں اس لیے بیان کر رہا ہے کہ اس سے اس کی مراد یہ ہے کہ کلمہ گو اور اہلِ قبلہ ضروریاتِ دین میں

سے ایک ضرورتِ دینی یا بعض یا کُل کا انکار کردے تب بھی مسلمان رہے گا، کافر نہیں ہوگا۔ جیسا کہ ظاہراً سمجھا جارہا ہے۔ تو قائل خود ہی کفر کے زلف گرہ گیر کا اسیر ہو چکا ہے۔ اس سے آزادی کے لیے توبہ اور تجدیدات کے شاہراہوں سے گذرنا پڑے گا ورنہ مستحق عذاب اور مستحق نار ہوگا۔ اور مبصّر اسی مفہوم کلامیہ کو دل خراش وجگر پاش کہہ رہا ہے، جو بجا ہے بے جا نہیں۔ عجب تماشا ہے کہ چور ہی چور چور کا شور مچا رہا ہے۔ اس کی وجہ ذہن کو دوسری جانب مبذول کرانا ہے تاکہ وہ پکڑے جانے سے بچ جائے۔

عقائد کی مشہور کتاب "شرح فقہ اکبر" میں ملّا علی قاری فرماتے ہیں: **اعلم ان المراد باهل القبلة الذين اتفقوا على ما هو من ضروريات الدين كحدث العالم و حشر الاجساد و علم الله بالكليات والجزئيات وما اشبه ذلك من المسائل واظب طول عمره على الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفى الحشر او علمه سبحانه تعالىٰ بالجزئيات لا يكون من اهل القبلة وان المراد بعدم تكفير احد من القبلة عند اهل السنة انه لا يكفر ما لم يوجد فيه من امارات الكفر وعلاماته ولم يصدر شئى من موجباته۔** (شرح فقہ اکبر، مصری ر ۱۴۰) جان لو کہ اہلِ قبلہ سے مراد وہی لوگ ہیں جو تمام ضروریاتِ دین میں موافق ہوں، جیسے عالَم کا حادث ہونا، اجسام کا حشر ہونا، اللہ تعالیٰ کا علم تمام کلیات و جزئیات کو محیط ہونا، اور جو اہم مسئلے اس کے مثل ہیں تو جو عمر بھر طاعتوں اور عبادتوں میں رہے اور اس کے ساتھ یہ اعتقاد بھی رکھتا ہو کہ عالم قدیم ہے یا حشر نہ ہوگا یا اللہ سبحانہ تعالیٰ کو جزئیات کا علم نہیں ہے، وہ اہلِ قبلہ نہ ہوگا اور اہلِ سنّت کے نزدیک اہلِ قبلہ میں سے کسی کو کافر نہ کہنے کی یہی مراد ہے کہ اس وقت تک کسی اہلِ قبلہ کی تکفیر نہیں کریں گے جب تک اس میں کفر کی کوئی علامت اور نشانی نہیں پائی جائے اور کوئی موجبات

اس سے صادر نہ ہو۔ یہی ملّا علی قاری چند صفحات کے بعد فرماتے ہیں: "**ولا یخفی ان المراد بقول علمائنا لا یجوز تکفیر اھل القبلة بذنب لیس من التوجه الی القبلة فان الغلاة من الروافض الذین یدعون ان جبرئیل علیه السلام غلط الوحی فان الله تعالیٰ ارسله الی علی رضی الله عنه وبعضھم قالوا انه اله وان صلوا الی القبلة لیسوا بمومنین وھذا ھو المراد بقوله صلی الله علیه وسلم من صلی صلوا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلك المسلم الحدیث۔** (شرح فقہ اکبر، مصری ۱۴۸) اس میں کوئی خفا نہیں ہے جو ہمارے علما فرماتے ہیں کہ قبلہ کی طرف رُخ کرنا مراد نہیں ہے۔ دیکھیے غالی رافضی جو بکتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام کو وحی میں سہو ہوا۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجی تھی اور بعض نے تو یہ کہا کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ خدا ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ قبلہ کی جانب رُخ کر کے نماز ادا کریں اس کے باوجود مسلمان نہیں اور اس حدیث کی بھی یہی مراد ہے۔ جس میں فرمایا گیا ہے کہ جو ہماری طرح نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی جانب رُخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے۔ اسی پر چالیس احادیث امام اعظم و دیگر ائمہ کے اقوال کو قیاس کر لیجیے۔ قائل نے اس کے خلاف کلام کیا اور ایک باطل پیغام دینے کی ناپاک کوشش کی، جس کو مبصّر نے دل خراش اور جگر پاش کہا۔ اس پر واویلا مچانا ایک ناپاک فتنہ کو ہوا دینا ہے۔

الفتنة اشد من القتل۔ اگر فہم ناقص کے باعث قائل نے ایسا کہا ہے تو گمراہ و گمراہ گر ہے اور اگر قصداً کہہ رہا ہے تو کفر کا اثبات ہوگا۔ اگر یہ قول قائل کا ہے جو اہلِ سنّت کا عقیدہ ہے وہی قائل کا عقیدہ ہے تو بھی مطلقاً بیان کرنا گمراہیت سے خالی نہیں۔ اسی کو مبصّر نے دل خراش و جگر پاش بتایا ہے اور یقینا اس طرح بیان کرنا ایمان سوزی کا باعث اور ایک حرکت قبیحہ وشنیعہ ہے۔ فقہ کی مشہور کتاب ردالمحتار حاشیہ درمختار

میں ہے: **لا خلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام وان کان من اھل القبلۃ المواظب طول عمرہ علی الطاعات۔** (ردالمحتار، ج ۱/ ۳۹۳) ضروریاتِ اسلام میں سے کسی چیز کے خلاف کرنے والا بالاجماع کافر ہے۔ اگر چہ وہ اہلِ قبلہ سے ہو اور تمام عمر طاعات میں گذارے۔ علامہ عبدالعزیز بن محمد نجاری حنفی اپنی کتاب تحقیق شرح اُصول حسامی میں فرماتے ہیں: **ان خلافیہ (ای فی ھواہ) حتی وجب الکفارہ بہ لا یعتبرو وفاقہ الضیا لعدم دخولہ فی مسمی الامۃ المشھود لھا بالعصمۃ وان صلی الی القبلۃ اعتقد نفسہ سلما لان الامۃ لیست عبارۃ عن المصلین الی القبلۃ بل عن المومنین وھو کافر وان کان لا یدری انہ کافر۔** (تحقیق شرح اُصول حسامی)
یعنی بد مذہب اگر اپنی بد مذہبی میں غالی ہو، جس کے سبب اسے کافر کہنا واجب ہو تو اجماع میں اس کی مخالفت وموافقت کا کچھ اعتبار نہ ہوگا کہ خطا سے معصوم ہونے کی شہادت تو اُمت کے لیے آئی ہے۔ اور وہ اُمت ہی نہیں اگر چہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتا اور اپنے آپ کو مسلمان اعتقاد کرتا ہو۔ اس لیے کہ اُمت قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والوں کا نام نہیں بلکہ مسلمان کا نام ہے اور یہ شخص کافر ہے۔ اگر چہ اپنی جان کو کافر نہ جانے۔

ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ اہلِ قبلہ وہ لوگ ہیں جو ضروریاتِ دین پر ایمان رکھتے ہوں۔ ان میں کفر کی کوئی نشانی نہ پائی جائے نہ ان سے کوئی موجب کفریات کا صدور ہو تو فقہا و متکلمین اہلِ قبلہ کا یہ معنی مراد لے کر حکم صادر فرماتے ہیں کہ اہلِ قبلہ کی تکفیر جائز نہیں اور جس میں کوئی کفریہ علامت ہو یا اس سے کوئی کفری قول صادر ہوا ہو یا وہ کسی کے کفر سے راضی ہو تو ایسا شخص اہلِ قبلہ میں داخل ہی نہیں، چاہے وہ قبلہ کی سمت رُخ کرے ہماری طرح نماز پڑھے۔ شرعاً اس کی تکفیر کی جائے گی۔

واضح ہو گیا کہ وہ چالیس احادیث جس میں اہلِ قبلہ کی عدمِ تکفیر کا حکم ہے اس سے

مراد ضروریاتِ دین کے مصدقین میں وہی کلمہ گو ہیں اور وہی اہلِ قبلہ ہیں۔ منافقین، غالی شیعہ، قادیانی، دیابنہ، سلفیہ، مودودیہ، نیچریہ، قدریہ، جبرئیہ...... بقول ائمۂ ثلاثہ معتزلہ، خارجیہ اور اسی کے مانند حاملین کفریہ قطعیہ یعنی منکرین ضروریاتِ دین سب کے سب بالاجماع کافر ہیں۔ جو انھیں کافر نہ جانے وہ بھی کافر ہے۔ من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر کے تحت مبصّر مذکور دائرۂ شریعت میں ہے۔ اور ان کا یہ دل خراش وجگر پاش جملہ کہنا شریعت کے مطابق ہے۔ البتہ قائل اوّل بھی شریعت کے زد میں تھا۔ حدیث کی جانب منسوب کر کے مزید گمراہیت کا ثبوت دیا ہے اور اعتقاد ہی یہ رکھتا ہے کہ جو سمتِ قبلہ رُخ کر کے نماز ادا کرلے، اہلِ ایمان کا ذبیحہ کھالے اور کلمہ پڑھتا رہے اس کے بعد ضروریاتِ دین میں سے کسی کا انکار بھی کردے تو مسلمان ہے اور اسی معنی کر چالیس احادیث پیش کر رہا ہے تو بالاجماع وہ کافر ہے۔ اب جو اس کے کفر و عذاب میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ بالصواب۔**

کتبہ: **محمد مقصود عالم فرحت ضیائی**

خلیفۂ حضور تاج الشریعہ ومحدث کبیر وخادم فخر ازہر دارالافتاء والقضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفیٰ برانچ ہاسپیٹ کرناٹک الھند

الجواب صحیح۔

خلیفۂ حضور محدثِ کبیر وگلزارِ ملت، مفتی بدرالدین رضوی،

سُنّی دارالعلوم محمدیہ، منگلور کرناٹک

استفتا کے جواب میں مفتی مقصود عالم صاحب کا جواب حق وصحیح ہے۔ میں ان کے فتوے کی تائید وتوثیق کرتا ہوں۔

خلیفۂ حضور تاج الشریعہ مفتی احتشام الدین رضوی

رانی بنور، کرناٹک

○○○○

میاں حضور الہ آبادی مفتیانِ کرام کی نظر میں

(۱) جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے مفتی محمد سلیمان نعیمی برکاتی نے جواب لکھا: ''زید مسئول ہرگز لائق پیری نہیں بلکہ وہ حرام کار، مکار اور فریب دہندہ، گمراہ اور گمراہ گر بلکہ صلح کلی ہے۔ اس سے مرید ہونا یا کروانا جائز نہیں کہ وہ جامع شرائط نہیں ہے۔ ایسے گمراہ اور گمراہ گر کے مدرسے میں داخل کرنا جائز نہیں الخ۔ یہ فتویٰ دارالافتاء جامعہ نعیمیہ، مراد آباد سے مورخہ ۳/ذوالقعدہ ے۱۴۳ھ بروز شنبہ جاری کیا۔ اس کی تصدیق مفتی محمد ایوب نعیمی نے بھی فرمائی ہے۔

(۲) دارالافتاء منظر اسلام سوداگران، بریلی شریف سے مفتی سید کفیل احمد اشرف نے جواب میں لکھا۔۔۔ لہٰذا اس پیر نے جتنے مسائل بتائے ہیں وہ شریعت سے متعلق نہیں، وہ اس کے اپنے ہیں۔ اسی سے ظاہر و باہر ہے کہ وہ کتنا ذی علم اور کتنا بڑا صلح کلی ہے، خود اس کی باتوں سے اس کا عقیدہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ آزاد خیال محض دنیا دار جسے علومِ شریعت سے کچھ علاقہ نہیں۔ ایسے کو پیر بنانا اس سے مرید ہونا جائز نہیں الخ۔ یہ فتویٰ دارالافتاء منظر اسلام، بریلی شریف سے ۴/ربیع الآخر ۳۳۴۱ھ کو جاری ہوا۔ اس فتوے پر تصدیقات مندرجہ ذیل علمائے کرام نے کی ہیں۔ مفتی شفیق احمد شریفی، مفتی محمد مجاہد حسین رضوی، مفتی سید مقبول حسین حبیبی، مفتی خوشنود عالم قاضی شہر کوشامبی۔

(۳) مفتی محمد کوثر علی رضوی مرکزی دارالافتاء، سوداگران بریلی شریف نے ۲۳/شوال المکرّم ۱۴۳۵ھ کو فتویٰ دیا (شخص مذکور) معمولاتِ اہلِ سنّت کے خلاف باتوں سے اجتناب و احتراز کرے اور اعلانیہ توبہ و استغفار کرے اور دیدہ دانستہ وہابی کی نمازِ جنازہ پڑھا تا پڑھتا ہے تو بعد تجدید ایمان کرے اور تجدید نکاح بھی کرے۔ اس

فتویٰ پر مندرجہ مفتیانِ کرام کی تصدیقات ہیں۔ مفتی مظفر صاحب، مفتی ناظم علی قادری، مفتی مناف رضا۔

(۴) مفتی محمد افروز عالم نوری بریلوی نے ۸ ر ذوالقعدہ ۱۴۳۵ھ کو جامعہ منظر اسلام، بریلی شریف نے فتویٰ دیا۔ بالجملہ نام نہاد پیر سوال سطور غیر شرعی گمراہیوں اور متعدد کفریات کی وجہ سے فاسق و فاجر ضال گمراہ بد دین خارج از اسلام نہ اس سے مرید ہونا جائز نہ اس کی پیری حلال مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کے فریب وصحبت سے اجتناب کریں الخ۔ اس فتویٰ پر مفتی محمد عاقل رضوی کی تصدیق ہے۔

(۵) اور مفتی شبیر حسن جامعہ روناہی، فیض آباد نے فتویٰ دیا۔۔۔۔ صورتِ مستفسرہ میں جو باتیں زید (ابومیاں) کی جانب منسوب ہیں، اگر وہ واقعی زید مذکورہ قبیحہ و صفاتِ ذمیمہ سے متصف ہے، تو زید گمراہ بد دین ہے۔ اور اگر دیدہ دانستہ بدعقیدہ لوگوں کی نمازِ جنازہ پڑھتا پڑھاتا ہے تو خارج از اسلام الخ۔ اس فتویٰ پر مفتی محمد ایوب کی تصدیق ہے۔

(٦) دار العلوم جمدا شاہی کے مفتی محمد اختر حسین قادری نے فتویٰ دیا کہ ایسے پیر سے مرید ہونا کروانا جائز نہیں اور ایسے کے ادارے میں پڑھنا پڑھوانا ایمان و عقیدے کے خراب ہونے کا سبب ہے۔ لہٰذا اس سے بھی احتراز لازم ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں کہ زید عالم دین مفتی نیز مسجد کا امام بھی ہے دریافت امر ہے کہ زید ایک گمراہ پیر کا گرویدہ ہے جس کو ہندوستان کے اکثر علماء کرام (بریلی شریف، جمداای شاہی، کچھوچھہ شریف) نے گمراہ بددین ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

زید کا پیر شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی (عرف ابومیاں) جو عوام میں مشہور ومتعارف ہیں الہ آباد کے قریب ایک گاؤں سید والں کے رہنے والے ہیں۔ جو عملی طور پر دیوبندی، وہابی، غیر مقلد وغیرہ وغیرہ کوئی بھی آئے ں کے پرتپاک خیر مقدم کو فرض واجب رکرتے ہیں۔

اور اس کے یہاں ہندو، مسلم، مؤمن، کافر، سنی، شیعہ ہر طرح کے لوگ آتے ہیں اور سب کو بلا تفریق اپنے حلقہ ارادت میں ں کرتے ہیں۔

اور اسی پیر صاحب نے ایک کتاب نغمات الاسرار فی مقامات الابرار لکھی ہے جس کے چند اشعار یہ ہیں۔ صفحہ نمبر ۴۵/۴۶۔

غور سے سمجھ اے بے یقیں — بے تصوف دین و ملت کچھ نہیں
خاتمہ بالخیر ہے اس کا محال — مرد حق ہرگز نہیں وہ مرد ضال
اس حقیقت کو سمجھ اے بے یقیں — مولوی صوفی نہیں تو کچھ نہیں
مدرسہ میں کیا دھرا ہے اے پسر — جز خبر وہ بھی نہیں ہے معتبر
جو تصوف سے ہزا ہو گیا — زندقہ میں وہ کھو گیا
ہر کہ غافل شدز مولی ایک نفس — در حقیقت کافر است و بوالہوس
مولوی صوفی نہ ہو تو باخدا — فاسق و گمراہ ہے سر تاپا
فقہ و استدلال و منطق اور اصول — بے تصوف سب خرافات و فضول

ایسے پیر کے بارے میں کیا حکم ہے۔

ای بیز کا مرید ایک جلسے کے افتتاحی تقریر میں یہ اشعار کہا:

دیکھی نہ ہم نے اب تک دنیا میں ایسی آنکھیں
جس نے دیکھا تیری آنکھوں کو وہ بیمار ہوا
اور خدا بچائے تیری بست مست نظروں سے
دیکھی نہ ہم نے اب تک دنیا میں ایسی آنکھیں
جب آگئیں ہیں جوش رحمت پہ ان کی آنکھیں

ساون بھی جھوم جائے دیکھے جوان کی آنکھیں
ایک میں کیا ہیاں عالم تیرے جادو میں گرفتار ہوا
فرشتہ ہو تو مچل جائے آدمی کیا ہے
ساون بھی جھوم جائے دیکھے جوان کی آنکھیں
جلتے بجھا دیئے ہیں روتے ہنسا دیے ہیں

نیز ایک جلسہ میں یوں کہا۔

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا

ترجمہ:۔ جو کچھ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیں اسے لے لو اور جس چیز سے منع کریں باز آؤ۔ اور اسی آیت کی تشریح یوں کیا۔ بلکہ ہر بری چیز ہی کیوں نہ دیں لے لو۔

عندالشرع کیا حکم عائد ہوتا ہے ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں۔
ایسے مقرر سے تقریر کرانا اور تقریر کروانے والے پر کیا حکم عائد ہوگا اور اس مسجد کے متولی واراکین کے اوپر کیا حکم عائد ہوگا۔
بالتفصیل جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

المستفتی ۔ محمد محبوب خان امجدی ۔ ایم کے رانی بنور ضلع ہاویری کرناٹک

PRESIDENT
DARUL ULOOM GULSHAN-E-TAYBA
Qilla Masjid, Fort Road,
RANEBENNUR - 581115.
Dt. Haveri

الجواب بعون الملک الوھاب

سنی علماء کونسل اتر دیناجپور (جس کا ہیڈ آفس الجامعۃ الحنفیہ سراج العلوم راسا کھوا بازار علاقہ کرنڈیگھی ضلع اتر دیناجپور ہے) نے اپنے لیٹر ہیڈ پر شاہ ابوسعید ابومیاں سید سراواں کے معمولات سے متعلق ملک کے بڑے دارالافتاء بریلی شریف، جامعہ نعیمیہ مرادآباد، دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی، جامع اشرف کچھوچھہ سے سوالات بھیج کر جوابات منگوایا۔ سوالات میں ان کے کچھ اشعار کے تعلق سے بھی حکم شرعی دریافت کیا گیا تھا اور یہ بھی پوچھا گیا تھا کہ وہ وہابی امام کی اقتدا میں نماز پڑھتے ہیں۔ اقامت کھڑے ہو کر سنتے ہیں بدعقیدہ وہابی کی نماز جنازہ بھی پڑھتے ہیں۔ بدعقیدوں سے میل جول رکھتے ہیں، اگر کوئی غیر مسلم ان کے ہاتھوں پر ایمان لائے تو اس کو اس کی غیر مسلمہ بیوی کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم رکھنے سے منع نہیں کرتے۔ انتیسویں رمضان کو قاضی شہر کے برخلاف عید کا اعلان کرتے ہیں۔

(۱) جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے مفتی محمد سلیمان نعیمی برکاتی نے جواب میں لکھا "زید مسئول ہرگز لائق پیری نہیں بلکہ وہ حرام کار مکار اور فریب دہندہ گمراہ اور گمراہ گر بلکہ صلح کلی ہے اس سے مرید ہونا یا کروانا جائز نہیں کہ وہ جامع شرائط نہیں ہے ایسے گمراہ اور گمراہ گر کے مدرسے میں داخل کرنا جائز نہیں الخ۔ یہ فتویٰ دارالافتاء، جامعہ نعیمیہ مرادآباد سے مورخہ ۲۳ ذوالقعدہ ۱۴۳۷ھ بروز شنبہ جاری کیا اس کی تصدیق مفتی محمد ایوب نعیمی نے بھی فرمائی ہے۔

(۲) دارالافتاء منظر اسلام سوداگران بریلی شریف سے مفتی سید کفیل اشرف نے جواب میں لکھا...... لہٰذا اس پیر نے جتنے مسائل بتائے ہیں وہ شریعت سے متعلق نہیں وہ اس کے اپنے ہیں اسی سے ظاہر و باہر ہے کہ وہ کتنا ذی علم اور کتنا بڑا صلح کلی ہے خود اس کی باتوں سے اس کا عقیدہ بھی معلوم ہوتا ہے، وہ آزاد خیال محض دنیادار جسے علوم شریعت سے کچھ علاقہ نہیں ایسے کو پیر بنانا اس سے مرید ہونا جائز نہیں الخ۔ یہ فتویٰ دارالافتاء منظر اسلام بریلی شریف سے ۴ ربیع الآخر ۱۴۳۳ھ کو جاری ہوا۔ اس فتوے پر تصدیقات مندرجہ ذیل علمائے کرام نے کی ہیں۔ مفتی شفیق احمد شریفی، مفتی محمد مجاہد حسین رضوی، مفتی سید مقبول حسین حبیبی، مفتی خوشنود عالم قاضی شہر کوشامبی۔

(۳) مفتی محمد کوثر علی رضوی مرکزی دارالافتاء سوداگران بریلی شریف نے ۲۳ شوال المکرم ۱۴۳۵ھ کو فتویٰ دیا (شخص مذکور) معمولات اہلسنت کے خلاف باتوں سے اجتناب و احتراز کرے اور اعلانیہ توبہ و استغفار کرے اور دیدہ دانستہ وہابی کی نماز جنازہ پڑھاتا پڑھتا ہے تو بعد توبہ تجدید ایمان کرے اور تجدید نکاح بھی کرے۔ اس فتویٰ پر مندرجہ مفتیان کرام کی تصدیقات ہیں۔ مفتی مظفر صاحب، مفتی ناظم علی قادری، مفتی مناف رضا۔

(۴) مفتی محمد افروز عالم نوری بریلوی نے ۸ ذوالقعدہ ۱۴۳۵ھ کو جامعہ منظر اسلام بریلی شریف نے فتویٰ دیا بالجملہ نام نہاد پیر سوال اور غیر شرعی گمراہیوں اور متعدد کفریات کی وجہ سے فاسق و فاجر ضال گمراہ بددین خارج از اسلام نہ اس سے مرید ہونا جائز نہ اس کی

پیری حلال مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کے فریب وصحبت سے اجتناب کریں الخ۔ اس فتویٰ پر مفتی محمد عاقل رضوی کی تصدیق ہے۔

(۵) اور مفتی شبیر حسن جامعہ رونا ہی فیض آباد نے فتویٰ دیا...... صورت مستفسرہ میں جو باتیں زید (ابومیاں) کی جانب منسوب ہیں اگر وہ واقعی زید مذکورہ قبیحہ وصفات ذمیمہ سے متصف ہے تو زید گمراہ بددین ہے۔ اور اگر وہ دیدہ دانستہ بدعقیدہ لوگوں کی نماز جنازہ پڑھتا پڑھاتا ہے تو خارج از اسلام ہے الخ۔ اس فتویٰ پر مفتی محمد ایوب کی تصدیق ہے۔

(۶) دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی کے مفتی اختر حسین قادری نے فتویٰ دیا کہ ایسے پیر سے مرید ہونا کروانا جائز نہیں اور ایسے شخص کے ادارے میں پڑھنا پڑھوانا ایمان وعقیدے کے خراب ہونے کا سبب ہے۔ لہٰذا اس سے بھی احتراز لازم ہے۔

فتادے ہیں جو دارالافتاء دارالعلوم غریب نواز میں موجود ہیں عندالضرورت اس کی کاپی دستیاب کی جاسکتی ہے۔ اور مذکورہ دارالافتاء سے بھی اس کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔ اتمام حجت کے لئے الہ آباد کے مفتیان کرام کا ایک وفد کو بھیج کر تحریری صورت میں ان کو شرعی مواخذات فراہم کئے گئے اور ان سے کہا گیا کہ تحریری جواب ہمیں چاہئے دو روز تک وہ ٹالتے رہے۔ اور تیسری بار جب مفتیان کرام کا وفد پہنچا تو شاہ ابوسعید کمرے میں بیٹھے رہے اور اپنے کارندوں سے علماء کو زجرو توبیخ کر کے واپس بھیج دیا اور تادم تحریر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس لئے آلہ آباد و بیرون الہ آباد اکابر علماء ومشائخ اہلسنت نے اب یہ فیصلہ کرایا ہے کہ جب تک وہ اپنی پوزیشن صاف نہیں کر لیتے اور شرعی مواخذات کے بعد توبہ وغیرہ نہیں کر لیتے ان سے مرید ہونا جائز ہے نہ وہاں بچوں کو پڑھانا جائز ہے [illegible] لئے امام مذکور سے اہلسنت مطالبہ کریں کہ وہ ان سے بیعت توڑ کر کسی جامع شرائط پیر سے بیعت کرے اور اعلانیہ ان پیر سے برات کا اظہار کرے تبھی ان کی اقتدا میں نماز پڑھی جائے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو منصب امامت سے معزول کر کے کسی سنی صحیح العقیدہ صحیح خواں کو امام بنایا جائے۔ ایسے مقرر سے آئندہ تقریر کرانے سے احتراز کریں متولی واراکین کو بتایا جائے اگر وہ اس پیر سے احتراز نہ کریں تب ہی ان پر کوئی حکم شرعی لگ سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ نہال احمد النظامی
المتخصص بدرجۃ الافتاء
دارالعلوم غریب نواز الہ آباد
۲۴ محرم الحرام ۱۴۳۸ھ

الجواب صحیح فقط واللہ تعالیٰ اعلم
شفیق احمد شریفی عفی عنہ
خادم الافتاء والقضاء
۲۴ محرم الحرام ۱۴۳۸ھ

ابومیاں کے خلاف علامہ عاشق الرحمن الہ آبادی کا فتویٰ

محترم المقام جناب مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعدہٗ گزارش یہ ہے کہ

سید سراواں ضلع کوشامبی الہ آباد کے ایک پیر صاحب شاہ احسان اللہ محمدی صفوی ابوسعید (عرف ابومیاں) نام کے پچھلے کئی سالوں سے مڑگاؤں گوا آتے ہیں۔ وہ سامعین کو کچھ ایسے مسائل بتاتے ہیں جو مسائل حنفیہ اور دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل خلاف معلوم ہوتے ہیں۔ ان تفصیلی مسائل کا زیروکس اور مرکزی دارالافتاء بریلی شریف سے آئے ہوئے جواب کا زیروکس آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ آپ بھی ہم مسلمانان مڑگاؤں گوا کی رہنمائی فرمائیں بڑی مہربانی ہوگی۔ فقط والسلام

المستفتی جملہ مسلمانان مڑگاؤں گوا

کریم الناقت رفیع الدرجت جناب حضرت مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسئلوں کے بارے میں کہ سید سراواں کوشامبی الہ آباد یوپی کے ایک پیر صاحب شاہ احسان اللہ محمدی صفوی ابوسعید نام کے پچھلے کئی سالوں سے مڑگاؤں گوا آتے ہیں۔ وہ سامعین کو کچھ ایسے مسائل بتاتے ہیں جو مسائل حنفیہ اور دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل خلاف معلوم ہوتے ہیں۔ (۱) انہوں نے ایک مشت داڑھی کے متعلق کہا یہ ضروری نہیں ہے بلکہ داڑھی وہی ہے جو دور سے دکھائی دے۔ (۲) چلتی ٹرین پر نماز پڑھ لینے کو کافی سمجھتے ہیں اور بعد میں دہراتے بھی نہیں۔ جب انہیں کہا گیا کہ آپ کا مسئلہ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے خلاف ہے تو انہوں نے کہا کہ ہمارے اور ان کے زمانہ میں بڑا فرق ہے۔ (۳) کھانا کھانے سے پہلے اور کھانا کھانے کے بعد میٹھا کھانا سنت بتاتے ہیں جب کہ اول و آخر نمک کھانا سنت ہے۔ (۴) اقامت کھڑے ہو کر سنتے ہیں۔ (۵) مدینہ شریف کے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز جانتے ہیں۔ جب ان سے کہا گیا کہ ہمارے علمائے اہلسنت تو اس امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ یہ صرف ہندوستانی علمائے کرام ہیں ورنہ پاکستانی علماء تو اس امام کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ چونکہ کعبہ شریف کے امام کا وہابی ہونا ثابت نہیں۔ (۶) دارالعلوم غریب نواز الہ آباد یوپی کے مقتدر علمائے کرام کہتے ہیں کہ ان پیر صاحب کی خانقاہ میں اگر کوئی وہابی مولوی پہنچ جائے تو اس کو امامت کے لئے آگے بڑھا دیتے ہیں۔ (۷) ایک مرتبہ پیر صاحب نے کہا کہ فقہ کی ساری کتابوں مثلاً "نورالایضاح" میں بھی باب الطھارۃ کو مقدم کیا ہے جبکہ بچے پڑھ کر وقت سے پہلے بالغ ہو جاتے ہیں۔ (۸) ماہنامہ جام نور اردو دہلی ستمبر ۲۰۰۶ء کے شمارہ نمبر ۳ صفحہ ۱۲ مضمون " الی الاسلام من جدید " میں مولانا ذیشان احمد مصباحی نے بھی اس پیر صاحب کی کچھ باتیں بطور حوالہ پیش کی ہیں۔ وہ یہ ہیں یہاں سے بے ساختہ شیخ حسام اللہ چشتی الہ آبادی امام غزالی کی بات کو نقل کرنے کو جی چاہتا ہے کہ تعقفہ فی الدین والی آیت میں فہم دین کے لئے سفر کرنے کی

بات کی گئی ہے، نہ کہ فہم مسائل دین کے لئے افسوس ہے کہ علمائے ربانیین اور ادر علمائے وارثین سے لوگوں نے علمائے حیض ونفاس کو سمجھ لیا ہے جب کہ اصل دین کا شعور ہے اسی لئے آیت کے اگلے حصے میں ہے کہ اپنی قوم کے پاس آکر انہیں غضب الٰہی سے ڈرائیں یہ نہیں کہ وہ دین کے مسائل بتائیں۔ ہاں! شعور دین کے بعد اگر مسائل دین سے آگاہی ہو جائے تو یہ سونے پر سہاگہ۔ پوچھنا یہ ہے کہ کیا دین سے مسائل دین الگ ہیں جس کی وجہ سے حیض ونفاس کے مسائل بتانے والے علمائے کرام کو علمائے حیض ونفاس کہا اور دین سمجھانے والے علماء کو علمائے وارثین وعلمائے ربانیین کہا۔ کیا اس طرح علمائے کرام کو علمائے حیض ونفاس کہنا درست ہے؟۔(۹) اس پیر صاحب نے ایک کتاب "نفحات الاسرار فی مقامات الابرار" لکھی ہے جس کے چند اشعار یہ ہیں:

غور سے سمجھ اے بے یقین	بے تصوف دین و ملت کچھ نہیں
جو تصوف سے مبرا ہو گیا	زندقہ میں وہ کھو گیا
ہر کہ غافل شد ز مولیٰ یک نفس	در حقیقت کافر است و بوالہوس
اس حقیقت کو سمجھ اے بے یقین	مولوی صوفی نہیں تو کچھ نہیں — صفحہ: ۴۵
مولوی صوفی نہ ہو تو با خدا	فاسق و گمراہ ہے مر تا پا
مدرسہ میں کیا دھرا ہے اے پسر	جز خبر وہ بھی نہیں ہے معتبر — صفحہ: ۴۶
فقہ و استدلال و منطق اور اصول	بے تصوف سب خرافات و فضول

مذکورہ عبارتوں اور اشعار کے احکام الگ الگ اور نمبروار بالتفصیل بیان فرمائیں۔ اس پیر صاحب کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا ان سے پیری مریدی جائز ہے؟ کیا اس کتاب کو پڑھ سکتے ہیں؟ اس کتاب پر تقدیم وتقریظ لکھنے والوں کا کیا حکم ہے؟ اس پیر صاحب کو امام طریقت، واصل عین شریعت، قطب عصر، عارف باللہ لکھنا کیسا ہے؟ الہ آباد کے مشہور اداروں کے ذمہ دار مفتیان سے اس پیر صاحب کے متعلق پوچھا تو سب حضرات نے ان کو گمراہ گمراہ گر ہی فرمایا۔ جب ان سے لکھنے کی بات کی گئی تو ان حضرات نے کہا کہ ان کے مریدین غنڈے اور بدمعاش ہیں وہ ہماری جان مروا دیں گے ہمارا ادارہ چور ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا اس پیر صاحب کے نام فتویٰ آنا بہت ضروری ہے، چونکہ ان کے مریدین کہتے ہیں کہ زید، عمرو، بکر کہہ کر فتویٰ مت منگاؤ اگر ہمت ہے تو ہمارے پیر کے نام فتویٰ منگا کر دکھاؤ۔ اور تم لوگ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارے پیر صاحب کی تعظیم ہر خانقاہ اور مدرسہ کے علماء کرتے ہیں۔ ان کے مریدین کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے اب ایسی نازک حالت میں ہم مسلمانان مڑگاؤں کی رہنمائی فرمائیں۔

المستفتی سنی مسلمانان مڑگاؤں گوا
محمد فیصل وغیرہ

۷۸۶/۹۲

الجواب:۔ کسی کے نام ونسب سے کچھ تعلق نہیں۔ علم شرع عام ہے سب کے لئے برابر خواہ عالم ہو یا فقیر، پیر ہو یا عوام الناس۔ لہٰذا اس پیر نے جتنے مسائل بتائے ہیں وہ شریعت سے متعلق نہیں وہ اس کے اپنے ہیں اسی سے ظاہر وباہر ہے کہ وہ کتنا ذی علم اور کتنا بڑا مصلح کل ہے۔ خود اس کی باتوں سے اس کا عقیدہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ وہ آزاد خیال اور محض دنیادار جسے علم وشریعت سے کوئی علاقہ نہیں۔ ایسے کو پیر بنانا یا اس سے مرید ہونا جائز نہیں اس کا جواب جام نور کے ایڈیٹر مدیر و مضمون نگار سے طلب کرلیا جائے کہ آخر اس نے ایسا لکھا اور چھاپا ہے۔ دلیل تو وہ دے حکم اوپر جاری کر دیا گیا سوال کے سچا ہونے کی صورت میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ فقیر قادری سید کفیل احمد غفرلہ
دارالافتاء منظر اسلام بریلی شریف
۴ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ

۷۸۶/۹۲

الجواب۔ عقیدہ وہابیہ رکھنے والے وہابی کے ایسے عقیدے کو جانتے ہوئے نماز میں امامت کے لئے اسے آگے بڑھانا ارتکاب کفر ہے۔ مسائل دینیہ کی تصدیقات کے بغیر دین کے امور کی بات کرنا جہالت کی بات ہے۔ قول "علمائے ربانیین اور سانئے وارثین سے لوگوں نے علمائے جنس دنیا سمجھ لیا ہے" علمائے دین کا استخفاف ہے اور ان کے علماء دین ہونے کی حیثیت سے ان کا استخفاف ہے اور یہ کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے "الاستخفاف بالاشراف کفر"۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے مرج البحرین میں یہ نقل فرمایا ہے کہ "من تصوف ولم یتفقه فقد تزندق ومن تفقه ولم یتصوف فقد تفسق ومن جمع بینهما فقد تحقق" اس سے مراد یہ ہے کہ جو علم فقہ کے بغیر نظری تصوف کو حاصل کرے گا زندیق ہو جائے گا۔ اور جو عملی تصوف کے بغیر فقیہ بنے گا فاسق ہو جائے گا۔ اور جو ان دونوں کا جامع ہوگا وہ محقق ہوگا۔ رسالہ قشیریہ ایسی اصول تصوف کی مستند کتاب میں عقائد صحیحہ رکھنے کو ضروری قرار دیا گیا ہے جس کے لئے علم ضروری ہے۔ اشعار مذکورہ کی تاویلات صحیحہ اگر نہ کی جائیں تو وہ خود زندقہ پر مشتمل ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شعر میں یہ بتایا گیا ہے "جو تصوف سے بہرا ہو گیا۔ زندقہ میں وہ کھو گیا" جب کہ مرج البحرین میں اسے منصوص کیا گیا ہے کہ جو علم فقہ کو حاصل نہیں کرتا ہے اور تصوف اختیار کرتا ہے وہ زندیق ہو جاتا ہے۔ اس زمانے میں مسجد حرام کا امام نجدی وہابی ہوتا ہے یہ کہنا کہ اس کا وہابی ہونا ثابت نہیں جہالت پر مبنی ہے۔ اسی طرح استفتاء ہذا میں جن اقوال وافعال کا ذکر کیا گیا ہے وہ کفر، زندقہ یا جہالت پر مبنی ہیں۔ اگر کسی شخص سے اقوال وافعال مذکورہ صادر ہیں تو وہ مرتکب کفر، زندقہ وجہالت ہے۔ اگر واقعی کوئی شخص ان امور کا مرتکب ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ توبہ کرے تجدید ایمان کرے جورو رکھنے کی صورت میں تجدید نکاح کرے بیعت کی بقا چاہتا ہے تو تجدید بیعت کرے۔ جب تک وہ ایسا نہ کرے اگر وہ بیعت لیتا ہو تو اس کے ہاتھ پر بیعت نہ کی جائے۔ جس

کتاب میں [illegible] حقیقی تصوف کے خلاف باتیں ہوں اس کو پڑھنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی فقہا کے طور پر محض صراحت وتبیین کی وجہ سے جب کفر کا حکم کیا جائے اور تعیین نہ ہو اگر تاویل صحیح پیش کی جائے تو اسے قبول کیا جائے گا۔ لیکن یہ کام خود مرتکب کفر کا ہے۔ فقیہ محض تبیین کے پانے پر بھی کفر کا حکم کر دے گا اور تعیین پایا جائے اور حضرات متکلمین کے طور پر کفر کا حکم کیا جائے تو کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہ رہ جائے گی۔ نسیم الریاض شرح شفا میں ہے "التاویل فی لفظ صراح لایقبل" مثلاً اگر توہین رسول کرنے والے کفر صریح کلامی متعین التزامی کے مرتکب وہابی، دیوبندی کی توہین رسول کو جانتے ہوئے کوئی ایسے کو نماز میں امامت کو بڑھائے تو وہ حضرات متکلمین کے طور پر بھی مرتکب کفر قرار پائے گا۔ اسی صورت میں کتاب کے کفریات پر مشتمل ہوتے کو جان کر التزامی طور پر اسے صحیح مان کر اس پر تقریظ وتقدیم لکھنے والے کا بھی وہی حکم ہوگا۔ ایسی صورت میں کفر و زندقہ کو جان کر زندقہ کے مرتکب کو عارف باللہ، واصل عین شریعت۔ قطب عصر وغیرہ کہنے کا بھی وہی حکم ہوگا۔ حکم کا مدار اس پر ہے کہ مذکورہ اقوال، افعال واقعی کسی شخص سے صادر ہیں یا نہیں۔ اگر واقعی صادر ہیں تو حکم حسب بالا ہے اس سے کوئی تعلق نہیں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible] بجمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح الفقیر محمد عاشق الرحمٰن القادری الحبیبی غفرلہ

تصدیق کی جاتی ہے کہ نقل مطابق اصل ہے فقط

۲ ذیقعدہ ۱۴۳۸ھ

نوٹ [illegible]

[illegible] ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے۔

مددگار تنظیموں کے کارناموں کی جھلکیاں

جماعت رضائے مصطفی برانچ ہاسپیٹ کرنا ٹک کا 6 رجب المرجب 1439ھ مطابق 25 فروری 2018 کو قیام عمل میں آیا جس نے اپنے قیام سے ہی بہترین خدمات انجام دینا شروع کیا روزانہ فیس بک کے ذریعے سیرت۔ تصوف۔ تفسیر۔ حدیث۔ حدائق بخشش۔ اور فقہ کے درس کا آغاز ہوا اور اب تک جاری ھے۔ فخر ازہر دارالافتاء کے توسط سے کثیر استفتاء کا جواب دیا گیا فخر ازہر دارالقضاء سے شریعت کی روشنی میں فیصلے کا صدور بھی ہوا۔ تاج الشریعہ دارالاشاعت سے ازہری تلوار اور مناقب فخر ازہر نامی دو کتاب کی اشاعت بھی عمل میں آئی۔ منفرد عنوان پر کثیر مقالے منظر شہود پر آئے اور مختلف رسالے میں چھپ کر شائع۔ دعوت و تبلیغ کا بھی سلسلہ جاری ہوا۔ ہفتہ واری عورتوں کے اجتماع کا اہتمام شریعت کی روشنی میں پردوں کے ساتھ گھروں کے اندر بنام جشن پیغام تاج الشریعہ کیا گیا ہر اتوار کو الگ الگ مقام پر بعد نماز مغرب تا عشاء جشن پیغام تاج الشریعہ کا انعقاد عمل میں لایا گیا ماہواری اجتماع بنام اجتماع فیضان تاج الشریعہ کا اجرا عمل میں آیا اور آج تک جاری ھے البتہ لاک ڈاؤن کے سبب کچھ کام میں رکاوٹیں آئیں مگر اب ختم ہو چکی ہیں اس کے سواء بھی کام ہوتا چلا آ رہا ھے صدر و سکریٹری و اراکین کمیٹی انتھک کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ مزید اس کام میں استحکام پیدا کیا جائے اللہ کریم اس حوصلہ کو سلامت رکھے آمین۔

OOOOO

اشاعت سنیت کانفرنس کے موقع پر 2001 میں آل کرناٹکا رضا اکیڈمی چتر درگہ

کرناٹک کا قیام ہوا اس ادارہ نے اپنے وجود سے لیکر آج تک مسلک اعلی حضرت کی اشاعت وترویج میں بے مثال کارنامہ انجام دیا ھے ابتک تقریبا اہلسنت کی رقم کردہ 90 کتابیں اس ادارہ نے چھپوا کر شائع کرایا ھے اور کچھ مفت تو کچھ ہدیہ لیکر لوگوں میں تقسیم کروایا ھے اور اس کا آغاز کنز الایمان۔تمہید اور فتاوی حسام الحرمین سے ہوا ھے اس ادارہ سے چھپ کر شائع ہونے والی کتابوں میں 83 کتاب محدث بریلوی قدس سرہ کے تصانیف سے تعلق رکھتی ہیں: اس کے سوا ایک سو پچیس اشتہارات شائع ہوئے ہیں جو عقائد و اعمال اور اصطلاح معاشرہ پر مشتمل ہیں:

عالیجناب محمد صادق اللہ صاحب قادری رضوی ایڈوکیٹ و مؤسس و بانی و سرپرست آل کرناٹکا رضا اکیڈمی بہار پیٹ چتر درگہ کرناٹک الھند

موبائل: 9342997719

OOOOO

فیضان تاج الشریعہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) وڈو ضلع بلہاری کرناٹک کا قیام تقریبا 2017 میں عمل میں آیا۔ اہلیان ادارہ بڑے محرک ہیں ہر اشاعتی کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں مناقب فخر ازہر کو چھپوانے میں کامل مالی مدد کی دیگر تصنیفات کے پھیلانے میں بھی اہم رول ادا کیا مسلک اعلی حضرت کی اشاعت وترویج میں ہر آواز پر لبیک کہتے ہیں پمفلیٹ۔ اشتہارات۔مقالات وغیرہ چھپوا کر تقسیم کرتے رہتے ہیں۔خنجر مجیبی اور قیا ئد ملت کا تعارفی خاکہ ترتیب دے کر چھپوایا اور لوگوں میں تقسیم کروایا بڑے بڑے جلسے اور اجتماعات کا بھی انعقاد کراتے رہتے ہیں یہ حضرات جماعت رضائے مصطفی برانچ ہاسپیٹ میں بھی شامل ہیں۔ اللہ عزوجل اس قافلہ کو سلامت رکھے اور مزید کام کرنے کی توفیق بخشے آمین

OOOOO

فیضانِ غوث اعظم ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹر) کمپلی ضلع بلہا ری کرنا ٹک زیر نگرانی جماعت رضائے مصطفی برانچ ہاسپیٹ کا قیام 11 فروری 2021 کو ہوا۔ اہلیانِ ٹرسٹ اس سے قبل جماعت رضائے مصطفی برانچ ہاسپیٹ کے تحت دینی و اشاعتی کام انجام دیتے رہے مکتب چلاتے ہیں عورتوں اور مردوں کا الگ الگ اجتماع کراتے ہیں۔ جلسہ وَ جلوس کا بھی انعقاد ہوتا رہتا ھے اور مزید اشاعتی تبلیغی. تحریکی اور اصلاحی کام کو وسعت دینے کا ارادہ رکھتے ہیں اللہ تعالی ان شاہین صفت کے حوصلہ کو خوب خوب بلند فرمائے آمین

OOOOO